سلسلہ مطبوعات مکتبہ ابراہیمیہ

گلشن گفتار

شعرائے اردو کا قدیم ترین تذکرہ

تصنیف

خواجہ خان حمید اورنگ آبادی

مرتبہ

سید محمد ایم اے

طبع اول

مطبوعہ خورشید پریس یوسف بازار نیاپل

فہرست مندرجات

نمبر	عنوان	صفحہ
۱	مقدمہ	۱
۲	دیباچہ مصنف	۱
۳	نصرتی	۶
۴	ولی	۸
۵	اشرف	۱۲
۶	رضی	۱۳
۷	مزمل	۱۳
۸	حشمت	۱۵
۹	مضمون	۱۹
۱۰	عبدالرحیم	۲۲
۱۱	یکرو	۲۳
۱۲	یکرنگ	۲۳
۱۳	فایق	۲۴
۱۴	حاتم	۲۵
۱۵	آبرو	۲۹
۱۶	مظہر	۳۳
۱۷	سودا	۳۷
۱۸	ناجی	۴۰
۱۹	تاباں	۴۰
۲۰	یقین	۴۴
۲۱	احسن	۵۰
۲۲	زانی	۵۱
۲۳	اعظم	۵۲
۲۴	قایم	۵۳
۲۵	کامل	۵۳
۲۶	ابدال	۵۴
۲۷	فضلی	
۲۸	داؤد	۵۷
۲۹	عاجز	۵۸
۳۰	رسا	۵۸
۳۱	وفا	۶۳
۳۲	غزلت	۶۵
۳۳	علیہیات	۶۹
۳۴	اشاریہ	۷۱

۷۸۶
۹۲ح

مُقدمہ

جس طرح اردو شاعری کی بنیاد فارسی شاعری پر رکھی گئی اور اس کے نمونوں کو پیش نظر رکھ کر اردو میں بھی تمام اصناف سخن کی تکمیل کی گئی۔ اردو میں تذکرہ نویسی کا رواج بھی فارسی ہی کی تقلید میں ہوا۔ شعراے فارسی کے جو تذکرے ایران میں تصنیف ہوے ان سے قطع نظر ہندوستان میں بھی فارسی شاعری کے چرچوں کے ساتھ اس زبان کے شاعروں کے متعدد تذکرے لکھے گئے جب فارسی زبان کو سرکار دربار کی سرپرستی اور مسلمان امرا و علما کی اسلام دوستی یا ایران پندی کے باوجود ہندوستان میں زوال ہونے لگا اور ہندو مسلمانوں کے باہمی میل جول سے جو زبان عالم وجود میں آئی تھی روز بروز فروغ پانے لگی تو اردو شاعری کا جو پودا سرزمین دکن میں لگایا گیا تھا خوب پھلنے پھولنے لگا۔ اور چند ہی دنوں میں ایسا تناور درخت ہو گیا کہ اس کی شاخیں ہندوستان کے طول وعرض میں پھیل گئیں۔

اردو ادب اور بالخصوص اردو شاعری کو جو ترقی اور وسعت ابتداءً دکن میں ہوی اس کو دیکھتے ہوے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ دکن میں بہت عرصہ پہلے شعرا کے تذکرے لکھنے کا بھی چرچا ہو گا۔ عادل شاہی اور قطب شاہی

درباروں میں اردو کی سرپرستی اور بیجاپور، گولکنڈہ اور گجرات میں اردو شاعروں کی قبولیت عامہ کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ان شاعروں کے کئی تذکرے لکھے جاتے مگر اس وقت تک ایسی معلومات صحت و وثوق کے ساتھ حاصل نہیں ہویں اور نہ قدیم ترین اردو شاعروں کے تذکروں کا پتہ چلا ہے۔ اس وقت عام طور پر میر تقی کے "نکات الشعرا" کو اردو کا سب سے پہلا تذکرہ سمجھا جاتا ہے۔ اس تذکرے کا سنہ تالیف خود مولف نے تو کہیں نہیں بتایا مگر اس کا غائر مطالعہ کرنے سے اس کے سنہ تالیف کا تعین ممکن ہے اس کے مختلف بیانات اور دوسرے ذرائع معلومات کے باہمی تقابلے کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کی تالیف ۱۱۶۵ھ میں ہوی۔ نکات الشعرا کے علاوہ دوسرا تذکرہ فتح علی گردیزی کا ہے یہ بھی اسی سن میں لکھا گیا ہے ان میں اول الذکر تو کسی ناقص قلمی نسخے سے نقل کرکے انجمن ترقی اردو (اورنگ آباد) نے شایع کردیا ہے اور ثانی الذکر ابھی تک شایع نہیں ہوا اس کا ایک مخطوط کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد) میں موجود ہے ایک تیسرا تذکرہ جو مذکورۂ بالا تذکروں کے صرف تین سال بعد تالیف ہوا وہ "مخزن نکات" مولفہ قائم چاندپوری ہے اور دو تذکروں چمنستان شعرا[1] (۱۱۷۵ھ) اور گلزار ابراہیم (۱۱۹۸ھ ہجری) پر بارہویں صدی ختم ہو جاتی ہے۔

بہ حالت موجودہ یہی اردو کے قدیم تذکروں کا ذخیرہ ہے یہ تمام تذکرے جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے بالکل فارسی تذکروں کی تقلید میں لکھے گئے ہیں۔ فارسی کی تقلید کا اثر اس قدر غالب ہے کہ یہ تمام تذکرے اردو شاعری کے ہونے

---

[1] چمنستان شعرا اور تذکرہ گردیزی کے دیکھنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ بعض جگہ حالات شعرا میں اور اکثر جگہ اشعار میں مطبوعہ نسخہ سراسر تحریفوں سے بھرا ہوا ہے ۱۲

کے باوجود فارسی زبان میں لکھے گئے ہیں ان سے اردو شاعری کے آغاز وارتقاء عہد بہ عہد کی تبدیلیوں اور مختلف دوروں کے میلانات وخصوصیات وغیرہ پر کوئی بصیرت افروز روشنی نہیں پڑتی اور وہ تمام چیزیں جو کسی ملک کی شاعری کی تاریخ میں پائی جانی چاہئیں تقریباً مفقود ہیں اکثر وبیشتر صورتوں میں تذکرہ نویسوں نے شاعروں کے نام معمولی حالات زندگی اور پیدائش و وفات کی تاریخیں بھی توجہ اور صحت سے بیان نہیں کیں۔ تذکرہ نویسی کا زیادہ تر مقصد یہ ہوتا تھا کہ مختلف شاعروں کے پسندیدہ کلام اور عمدہ اشعار کا ایک گلدستہ مرتب کر دیا جائے۔ بعض قدیم اور اکثر متاخر تذکرہ نویسوں نے بالکل تذکرہ نویسی کے اصل مقصد سے ہٹ کر مختلف شاعروں کے اشعار اپنی بیاض میں نقل کر لیے اور اشعار سے پہلے بطور تعارف چند فقرے شاعر کی نسبت اضافہ کر دیے۔ پس اسی کا نام تذکرۃ الشعراء رکھ دیا۔

تذکرے کی ترتیب اکثر حروف ہجا کے سلسلے پر ہوتی ہے۔ بعض نے اس کا بھی لحاظ نہیں رکھا اور بغیر کسی خاص ترتیب کے مختلف مقامات اور مختلف دوروں کے شعرا کا یکے بعد دیگرے حال لکھ دیا ہے۔ مذکورہ بالا تمام تذکروں میں صرف ایک ”مخزن نکات“ ایسا تذکرہ ہے جس کے مولف نے سلیقے سے اردو شاعری کے تین دور قرار دیے ہیں اور متقدمین، متوسطین اور متاخرین کے تین طبقے قایم کر کے ہر طبقے کے شعرا کو پیش کرنے سے پہلے اس پر ایک سرسری سا نوٹ بھی تحریر کیا ہے۔ شمس العلما پروفیسر محمد حسین آزاد مرحوم نے اپنے تذکرے ”آب حیات“ میں بالکل اسی کی نقل کی ہے اور تقریباً قایم چاند پوری کے

نوٹوں کو پھیلا کر اپنے تذکرے کے پہلے تین دوروں کی تمہید مرتب کی ہے۔ تذکروں کے ان نقایص کے باوجود موجودہ حالات میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ متعلمین ادبیات اردو اہی کے منتشر بیانوں سے تاریخی اسناد کا کام لیں۔ ان تذکروں کو من وعن شایع کردیا جاے تو ان کے مطالعہ اور باہمی تقابل تطابق سے اردو شاعری کی تاریخ مرتب کرنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔

تذکرہ نویسوں نے اکثر صورتوں میں شاعروں کے حالات کی بجاے اُن کی مبالغہ آمیز تعریف کی ہے اور کہیں کہیں بے لاگ تنقید اور مفید راے بھی لکھدی ہے مبالغہ آمیز تعریفوں سے قطع نظر کرکے ایسی رایوں اور تنقیدوں سے بھی بہت کچھ استفادہ کیا جا سکتا ہے نیز اردو مطابع کی خرابی اور غلط سلط سستے دیوانوں کی اشاعت نے قدیم شعراے اردو کے کلام کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے اور مشہور اساتذہ کے کلام میں اس وقت جو تعریفیں اور الحاقی اشعار نظر آتے ہیں ان کی صحت و درستی میں بھی ان تذکروں سے بڑی مدد مل سکتی ہے کیونکہ ہمارے تذکرہ نویسوں کا مطمع نظر زیادہ تر اچھے کلام کو جمع کرنا تھا۔

ان صفحات میں جس تذکرے سے روشناس کرایا جارہا ہے وہ اسی سلسلہ کی نہایت اہم کڑی ہے اور موجودہ تذکروں میں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے سب سے قدیم تذکرے نکات الشعرا اور تذکرۂ فتح علی گردیزی کے ساتھ ۱۱۶۵ھ میں تالیف ہوا ہے[۱] اس کا نام گلشن گفتار مصنف کے اعلیٰ ذوق اور پاکیزہ وجدان کی

---

[۱] یہ تذکرہ ہمیں مولوی علی رضا صاحب ماہر شیرازی لکچرار فارسی سٹی کالج کی عنایت سے ملا تھا جس کی نقل لیکر اس کو شایع کیا جارہا ہے ۱۲

زبان حال سے تعریف کر رہا ہے داخلی شہادتوں کے علاوہ اس کے سن تالیف کی توثیق ذیل کے قطعہ تاریخ سے جو مولف کے دیباچے میں مندرج ہے غیر مشتبہ طور پر ہوتی ہے۔

لکھا ہم نے جب تذکرے کو حمید | ہوا خوش جسے فہم اشعار ہے
تلاش اس کی تاریخ کی کر کے دل | کہا "گلشن بزم گفتار ہے"

دادین کی عبارت سے بحساب جمل (۱۱۶۵) برآمد ہوتے ہیں۔

صاحب تذکرہ نے نہ تو اپنا حال لکھا ہے اور نہ اپنے کلام کا انتخاب پیش کیا ہے ہمیں دوسرے ذرایع سے بھی اس کا حال نہ معلوم ہو سکا۔ گلشن گفتار کے دیباچے اور متن کے بعض حصوں میں ضمناً اس نے اپنا جو ذکر کیا ہے اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام خواجہ خاں اور تخلص حمید ہے۔ باپ کا نام ترکتاز خاں قوی جنگ اور دادا کا یکہ تاز خاں تھا وہ عارف الدین خاں عاجز کا تربیت یافتہ اور شاگرد ہے ان کے فارسی اور اردو دیوان اسی نے مرتب کیے تھے اور اس کا ذوق شاعری بالکل عاجز کا مرہون منت ہے خود اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"از انجا کہ ایں احقر با ایشان (عارف الدین خاں عاجز) محبت تمام دارد وہم سخن گوئی بہ برکت فیض ایشاں۔ اکثر قصاید بے نقط وغیرہ معہ غزلیات دیوان ترتیب دادہ و اشعار متفرقہ ہندی نیز بہ دستور معروف جمع نمودہ دیوان ہندی ایشاں مرتب ساختہ"

جہاں تک داخلی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے خواجہ خاں حمید اورنگ آباد کا باشندہ تھا اور وہاں کے کسی امیر خاندان سے تعلق رکھتا تھا

عاجز کے ذکر سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ جب وہ اورنگ آباد خجستہ بنیاد
میں اقامت گزیں ہوئے ان سے اس کی راہ و رسم پیدا ہوئی
علاوہ ازیں برہان پور کے ایک شاعر مرزا ابدال بیگ سے اپنے
تعلقات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "از نجبائے ولایت، باشندۂ
برہان پور واز مدتے و رفاقت احقر ہستند" اسی طرح عبدالولی
عزلت کے ذکر میں لکھتا ہے کہ "در ایام آصف جاہ نظام الملک
بہ خجستہ بنیاد آمدہ" اس کا یہ طرز تحریر اس کے اورنگ آبادی
ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے اس سے زیادہ ہمارے
ذرائع معلومات سے اس کے حالات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ دیباچے
کے قطعہ تاریخ اور چند ادبیات حمد و نعت (جن میں بعض دوسرے مشہور
شاعروں کے بھی ہیں) کے سوا سارے تذکرے میں صرف ایک جگہ "از ریختۂ
احقر خواجہ خاں" کہہ کر یہ شعر لکھا ہے:۔

زلف خم ہو کے لٹک جان کے سب کان میں رات
موبمو کھول کہے حال پریشاں میرا

دیباچے ہی میں "تعریف تالیف" کے ایک ذیلی عنوان سے
شعر و سخن کی تعریف کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ وہ بچپن سے شعر کا
شیدائی تھا جب کبھی دنیا کے مکروہات سے تھوڑی سی فرصت
مل جاتی شعرائے سلف کے کلام کے مطالعہ سے خوش دل ہوتا

اور اکثر و بیشتر اپنے دل و دماغ کو شاعرانہ ماحول میں
رکھتا اسی ذوق سخن نے اسے تذکرہ نویسی پر ابھارا۔ فارسی کے سخن طراز و
کے متعدد تذکرے موجود تھے اور اس موضوع پر قلم اٹھانا تحصیل حاصل تھا
اس لیے اردو شاعروں کا تذکرہ لکھنے کا ارادہ کیا اس کے طرز بیان سے صاف
طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک کسی نے اردو شاعروں کا تذکرہ لکھنے
پر توجہ نہیں کی وہ اپنے تذکرے کو اردو شعرا کا پہلا تذکرہ بتاتا ہے وہ میر تقی
اور فتح علی گردیزی کے تذکروں سے قطعاً بے خبر ہے اور یہ کوئی تعجب کی
بات نہیں۔ اس زمانہ میں ایک سن کی دو تصنیفوں کے مصنفوں کا بروقت
ایک دوسرے سے واقف ہونا محال نہیں تو بعید مشکل ضرور تھا۔ وہ میر تقی
کی تذکرہ نویسی سے قطع نظر ان کی شاعری سے بھی بالکل ناواقف ہے۔ غالباً
اس زمانہ (۱۱۶۵ھ) میں میر تقی کی شاعری کے اصلی جوہر چمکے نہیں تھے انھیں
دلی اور اس کے قرب و جوار کے مقامات کے سوا دکن اور ہندوستان کے
دوسرے صوبوں میں ابھی کوئی شہرت حاصل نہیں ہوئی تھی۔
گلشن گفتار اگرچہ بہت مختصر تذکرہ ہے اور اس کے ہمعصر تذکروں کے
مقابلہ میں اس کی فہرست مندرجات میں بیس سے زیادہ شاعروں کے نام
نہیں لیکن اپنے زمانہ تصنیف اور بعض خاص اطلاعات کی بنا پر نہایت اہم
اور مفید ہے اس کے تیس شاعروں میں سے سترہ دکن کے شاعر بتائے گئے ہیں
ایک کے متعلق ہمیں شبہ ہے اور سولہ بلاشک و شبہ خاص دکن کے شاعر ہیں
ان میں بعض تو ایسے ہیں جن کے ذکر سے دوسرے تمام تذکرے خالی ہیں دہلی

اور اس کے مضافات کے جو شاعر اس تذکرہ میں پیش کیے گئے ہیں وہ اردو کے ابتدائی شاعر ہیں اور آب حیات کے دور دوم و سوم سے تعلق رکھتے ہیں

قدیم شعرائے دکن کی نسبت اول تو موجودہ تذکروں میں بہت ہی کم مواد ملتا ہے کیونکہ ان کے مصنف اکثر شمالی ہند کے باشندے ہیں اور وہ شعرائے دکن کے حالات و کمالات شاعری سے تقریباً بے خبر ہیں۔ صرف ایک چمنستان شعرا کے سوا جس کا مصنف اورنگ آباد کا باشندہ تھا، میر تقی فتح علی گردیزی اور قایم چاندپوری کی اس خصوص میں تمام تر معلومات سید عبدالولی عزلت کی بیاض اور چند زبانی روایتوں پر منحصر ہیں۔

جس وقت میر تقی اور فتح علی گردیزی اپنے تذکرے تالیف کر رہے تھے سید عبدالولی عزلت بہ سلسلہ سیاحت دہلی میں وارد تھے اور اپنے شاعرانہ ذوق کی وجہ سے باوجود اجنبی ہونے کے دہلی کے مشاعروں وغیرہ میں برابر شریک ہوتے تھے اور وہاں کے شعر گویوں میں بڑی ہر دلعزیزی حاصل کر لی تھی۔ میر تقی نے تو بالکل انکی بیاض کے متفرق اشعار اپنے تذکرے میں نقل کر لیے ہیں اور اُن متفرق اشعار کا اپنے عہد کے شاعروں کے کلام سے مقابلہ کر کے تحقیق و تجسس کی زحمت اٹھائے بغیر یہ رائے دیدی کہ "اگرچہ ریختہ در دکن است چوں از انجا یک شاعر مربوط بر نخواستہ لہذا شروع بنام انہا نہ کردہ"

شعرائے دکن کی نسبت تذکروں کی ناقص معلومات کے مد نظر گلشن گفتار کی اطلاعات اس لحاظ سے کہ اس کا مولف خود دکن کا باشندہ تھا اور اکثر

دکنی شاعروں سے شخصی طور پر واقف تھا زیادہ مستند و معتبر ہیں۔ جن دکنی
شاعروں کا ذکر دوسرے تذکروں میں قطعاً مفقود ہے ان کے متعلق اس
تذکرے کے بیانات سے اہل تحقیق کو بڑی مدد مل سکتی ہے۔ چنانچہ عادل شاہی
دربار کے ملک الشعرا ملا نصرتی کا چمنستان شعرا کے سوا کسی اور تذکرے میں
ذکر نہیں۔ گلشن گفتار سے یہ اطلاع حاصل ہوتی ہے کہ وہ مدالت ہندی
(گلشن عشق) کا مصنف تھا اور دربار شاہی سے اس کو ملک الشعرا کا خطاب
ملا تھا۔ ولی اورنگ آبادی کے ذکر سے قدیم اور جدید کوئی تذکرہ خالی نہیں
مگر تقریباً ہر ایک دوسرے سے کسی نہ کسی بات میں اختلاف رکھتا ہے۔ باوجود
اس کثرت معلومات کے اب تک ولی کی نسبت بہت سی باتیں حل طلب ہیں
کلیات ولی کے فاضل مرتب مولوی احسن مارہروی نے بڑی تلاش و جستجو
کے ساتھ دیوان ولی کے متعدد نسخوں کے مطالعہ اور مقابلہ اور کم و بیش تمام
مطبوعہ اور بعض غیر مطبوعہ تذکروں کے بیانات پر محققانہ نظر ڈال کر جو کلام
اس کے نام سے منسوب کیا ہے اور جو حالات اس کے بیان کیے ہیں۔ دونوں
میں بہت سے شبہات پیدا ہوے ہیں اور بعد میں مختلف اصحاب نے جو
تحقیقاتیں کی ہیں ان سے بہت سی نئی معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ اس پر
بھی کئی چیزوں کو بالکل منفصلہ اور مسلمہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ ولی کے نام کے متعلق
تذکروں میں شدت سے اختلاف ہے بعض صاحبان تذکرہ نے اس کا نام
ولی اللہ بتایا ہے۔ بعض نے شمس الدین ولی اللہ۔ چمنستان شعرا میں شیخ ولی
لکھا ہے اور گلشن گفتار میں ولی محمد۔ یہی دو نام موجودہ تحقیقات میں زیادہ

قرین قیاس تسلیم کیے گئے ہیں۔ گلشن گفتار میں بعض اور تذکروں کی طرح ولی کو احمد آبادی لکھا ہے مگر یہ تحقیق کے ساتھ معلوم ہے کہ وہ اورنگ آبادی تھا ولی نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ گجرات ہی میں بسر کیا وہ احمد آباد میں توطن اختیار کر چکا تھا اور اس کا انتقال بھی وہیں ہوا۔ اپنے اشعار میں اکثر جگہ گجرات کا اس شیفتگی کے ساتھ ذکر کرتا ہے کہ گویا وہ اس کا اصلی وطن تھا کسی سفر میں ایک مثنوی تمام و کمال سورت (گجرات) کے فراق میں لکھی ہے جسکے ایک ایک شعر سے اس شہر کے ساتھ اس کی محبت ظاہر ہوتی ہے غالباً اس بنا پر گلشن گفتار اور دوسرے تذکروں کے مولفوں نے اس کو احمد آبادی اور گجراتی سمجھ لیا ہے۔ ولی کے متعلق ایک خاص اطلاع جس کا کسی اور تذکرے میں بالکل ذکر نہیں یہ ہے کہ اس نے ایک عرصہ تک برہان پور میں بھی قیام کیا تھا ولی کی طالب علمانہ زندگی پیرزادہ سید معالی کے ساتھ اس کی دوستی محبت اور عمر طبعی کو پہنچکر گجرات میں انتقال کرنے کے واقعات بھی موجود ہیں ولی کے ہمعصر اور بالخصوص اس کے ہم مجلس شعرا کا ذکر کسی تذکرہ میں بھی نہیں "گلشن گفتار" میں اس کے دو شاگردوں کا حال درج ہے اور یہ ایک بالکل نئی اطلاع ہے ولی نے اپنے اشعار میں بعض دوسرے شاعروں کے تخلص کے اظہار کے ساتھ کبھی کبھی ان کے شعروں کی تضمین بھی کی ہے اور اس بنا پر بعض شاعروں کو صاحبان تذکرہ نے اس کے معاصرین بتایا ہے۔ چنانچہ ولی نے ایک جگہ اشرف کے ایک مصرع پر تضمین کی ہے ؎

اشرف کا یہ مصرع ولی مجھ کو ہے دل سے محبوب
الفت ہے دل و جان کو مرے ہم نگر سوں

چمنستان شعرا کے مولف نے اس کو نقل کرکے محض قیاساً لکھدیا ہے کہ "اشرف از معاصران ولی است چنانچہ ولی جائے مصرع اور تضمین می نماید"
گلشن گفتار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشرف گجرات کا باشندہ اور ولی کا شاگرد تھا اس کا کلام نواح گجرات میں بہت مقبول تھا۔ بڑا رنگین طبع شاعر تھا۔
اس کا دیوان مدون ہوچکا ہے ولی کا دوسرا شاگرد محمد رضی رضیؔ ہے۔
یہ بھی گجراتی اور احمد آباد کا باشندہ ہے۔ اشرف اور ولی دونوں ایک ساتھ مشق سخن کیا کرتے تھے اور اکثر ایک ہی زمین میں طبع آزمائی کی ہے۔ بطور نمونہ دونوں کا جو کلام اس تذکرے میں نقل کیا گیا ہے وہ بھی ہم طرح غزلیں ہیں غالباً ولی کی کلیات میں بھی ایک غزل اسی زمین میں ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزلیں کسی مشاعرے میں پڑھی گئی تھیں یا اپنے استاد کی تقلید میں دونوں شاگردوں نے بھی اسی زمین میں طبع آزمائی کی ہے۔
ڈاکٹر سید محی الدین زور قادری ام اے پی ایچ ڈی (لندن) کو جامعہ اڈنبرا کے کتب خانہ میں دکھنی مرثیوں کا ایک بڑا مجموعہ ملا ہے اس پر آپ نے جو محققانہ مقالہ تحریر کیا ہے وہ رسالہ اردو ء۳۵ میں شایع ہوگیا ہے۔ آپکی تحقیقات میں اشرف اور رضی دونوں کے مرثیے بھی معلوم ہوئے ہیں۔
اشرف کے تیرہ مرثیے ہیں اور کل اشعار کی تعداد (۱۳۵) ہے (۱۹) شعر کا ایک فارسی مرثیہ بھی ہے۔ ڈاکٹر زور قادری نے ان مرثیوں کا مطالعہ کرکے یہ رائے لکھی ہے کہ اڈنبرا کے مجموعہ مراثی میں جن شاعروں کے مرثیے ہیں ان میں اشرف اول درجہ کے مرثیہ گویوں میں شمار ہونے کا مستحق ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ اس کی مرثیہ گوئی کا سارے دکن میں شہرہ تھا۔ ایک جگہ کہتا ہے:۔

کہیا ہوں بے بدل یو مرثیہ جب سو اماموں کا
ہوا اشتاق ہر اک شاعر ملک دکن میرا

رضی کے بھی اس مجموعے میں (۹) مرثیے ہیں جن کے اشعار کی مقدار (۸۷) ہے۔ رضی نے اپنے مرثیوں میں خواجہ حافظ شیرازی کی بعض غزلوں کو تضمین بھی کیا ہے اس کے بعض مرثیے غزل کی وضع کے ہیں۔ مرثیوں میں غزلیت کا انداز بتاتا ہے کہ وہ ضرور ایک غزل گو شاعر تھا۔

ہمارے پاس ابھی اس بات کے تسلیم کرنے کا کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ یہ اشرف اور رضی بلاشبہ وہی ہیں جو ولی اورنگ آبادی کے شاگرد تھے کیونکہ محولہ بالا مجموعہ میں کوئی تاریخی شہادت ایسی نہیں کہ ان کے زمانہ حیات کا تعین کیا جا سکے یا ان کے حالات اور مقام سکونت وغیرہ کا پتہ چل سکے گجرات میں بھی زمانہ قدیم سے گولکنڈہ اور بیجاپور کی طرح غزل، قصیدہ مثنوی کے ساتھ مرثیہ گوئی کا رواج تھا خود ولی سے بھی چند مرثیے منسوب ہیں ان حالات میں اس کا قوی امکان ہے کہ یہ مرثیہ گو اشرف اور رضی وہی ہیں جو ولی کے شاگرد تھے۔

ایسے دکنی شاعروں میں جو کسی اور تذکرے میں مذکور نہیں چار شاعر (۱) سید اعظم اعظم (۲) میر محمد قایم قایم (۳) میر محمد کامل کامل اور (۴) مرزا ابدال بیگ ابدال برہان پور کے ہیں۔ برہانپور اورنگ آباد سے قریب کسی زمانہ میں اردو شاعری کا ایک مرکز رہ چکا ہے۔ اس وقت تک

یہاں کی بزم شعرا کا کوئی علم نہیں۔ صرف اس تذکرے میں ان چار قدیم شاعروں کے ذکر سے گمان ہوتا ہے کہ اس مقام کا بھی اردو شاعری کی نشو ونما میں کوئی حصہ ہے۔ برہان پور کے ان شاعروں میں کامل بڑا مرثیہ گو وقصیدہ گو تھا جامعہ اڈنبرا کے کتب خانہ میں قایم نے بھی تین مرثیے ہیں جنمیں کل (۷۹) ابیات ہیں۔ ڈاکٹر زور قادری کا بیان ہے کہ تینوں مرثیے اچھے ہیں اور شہادت کے تفصیلی واقعات بیان کرنے میں میر انیس کی طرح اس نے بھی مکالمے کی طرز اختیار کی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ قایم برہان پوری ہو۔ ایلچ پور یا ایرچ پور (برار) کے دو شاعروں رسا اور وفا کا بھی اس تذکرے میں ذکر ہے اول الذکر کسی اور تذکرے میں مذکور نہیں وہ بالاپور متصل ایرچ پور میں رہتا تھا وہیں اس نے انتقال کیا اور اس کا مزار بھی اسی مقام پر ہے اس کا دیوان مرتب ہو گیا تھا۔ آخر الذکر کا ذکر چمنستان شعرا میں برائے نام اور تحفتہ الشعرا مولفہ افضل بیگ قاقشال میں ذرا تفصیل سے ملتا ہے۔ گلشن گفتار اور تحفتہ الشعرا کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام آقا امین یا آقا محمد امین ہے۔ اس کے والد کا نام حکیم محمد نقی خاں تھا۔ اور وہ امیر الامرا سید حسین علیخاں کی صوبہ داری کے زمانہ میں امارت کو پہنچکر انتقال کر گئے۔ امین نے باپ کے مرنے کے بعد بجائے منصب وجاگیر کے لئے تگ و دو کرنے کے جو کچھ یومیہ مقرر ہو گیا اسی پر قناعت کرکے ایلچ پور میں مستقلاً اقامت اختیار کی۔ وہ عربی زبان کے علاوہ حدیث وفقہ میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ نظم ونثر دونوں کی تحریر پر حادی تھا۔

اس تذکرے میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اکثر شاعروں کی ایک یا دو غزلیں تمام وکمال پیش کی گئی ہیں۔ دوسرے تذکروں کی طرح صرف متفرق اشعار نہیں لیے گئے۔ بعض شاعروں کے ذکر میں انکی مثنویاں مخمس وغیرہ مسلسل کلام بھی ملتا ہے۔ دوسرے تذکروں میں مسلسل کلام کو شاذ ہی انتخاب کیا گیا ہے۔ حاتم کے ذکر میں غزلوں کے علاوہ حقہ پر ایک مثنوی پوری نقل کی ہے جو کسی اور تذکرے میں نہیں ملتی۔

متعلمین ادب کی سہولت اور شعرا کے سوانح حیات کا تمام ممکنہ مواد یکجا فراہم کرنے کے لیے ہم نے ہر شاعر کی ضمن میں نکات الشعرا، تذکرہ فتح علی گردیزی، مخزن نکات، چمنستان شعرا، گلزار ابراہیم اور تحفۃ الشعرا میں جو معلومات درج ہیں انھیں نقل کر دیا ہے۔ تذکرہ فتح علی گردیزی تحفۃ الشعرا اور گلزار ابراہیم تینوں غیر مطبوعہ ہیں اور اب تک ان کی اطلاعات عام نہیں ہوئیں۔ غزلت کے ذکر میں علامہ آزاد بلگرامی کے تذکرہ سرو آزاد کا بیان بھی نقل کر دیا گیا ہے۔ ان بیانات کے باہمی مقابلہ سے ناظرین اندازہ لگائینگے کہ ہر شاعر کے متعلق ایسی معلومات بہ آسانی حاصل ہوتی ہیں جن پر کوئی ایک تذکرہ پورے طور سے روشنی نہیں ڈال سکتا اس سے بہت سے ابہام اور شبہات جو انفرادی طور پر تذکروں میں پائے جاتے ہیں ان کا بھی انقطاع ہو جاتا ہے فقط

سید محمد

۳۰ بہمن ۱۳۲۹ف
گھانسی بازار حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

محمدت ایزدے کہ زبان فصحائے عالی فطرت والا خبرت بتقریر شمۂ آں عاجز وقاصر ومکرمت الٰہی کہ بہ بہترین امثال شامل حال سودا مغزاں شیدا طینت ظاہر وباہر چہ نیروئے خامہ بریدہ زباں کہ بتحریر نقطہ آں حرف جرات زند وچہ یارائے لسان ناقص البیان کہ باداے شکرش سخنی بسرعت گوید عزلت نشیناں گوشہ سخنوری ودانائی ندکر مراتب بیانش مقر قصور و نادانی وآزاد صفتان کوے معرفت وبینائی بدریافت صفات استغنائش حیرت افزائے آئینہ حیرانی زہے حجاب والائش کہ ہیچ فکر رسا وطبع بینا تصور نتواں نمود وخہے صفات کبریائش کہ ہرگز بہ افکار موزوں واذکار بلند مضمون بہ ادائے حرفے آں لب نکتہ‌واں کشود ہر کہ درایں راہ خاک عجز وانکسار تبارک زد ابرو یافت وکسی کہ محاذی وجود واجبش خود را محو فنا دید جان جاناں گردید

رباعی

ذاتش زکمال اہل عرفاں بیروں   وصفش زقیاس جن وانساں بیروں

زیں مرحلہ ہیچکس بمنزل نرسید — بگذار قدم ازیں بیابان بیروں

نعت محمدے کہ مستوجب سعادات سرمدی وماورائے طاقت بشریت

چگونہ بذکر آں عنوان کلام را رونق افزائیم کہ مقدسان ملاء اعلیٰ بادراک ادنے مرتبہ صفاتش متحیر وعاری ومعاشر الانبیا والرسل علیہم السلام بنارسائی کماہی حقیقت نعوت والایش بہ کمال خجالت وشرمساری سلطانے کہ حاتم زلہ ربائے خوان احسان اوست خسروے کہ از ذروۂ عرش بریں تا حضیض زمین تمام مطیع فرمان سراج وہاج دین متینش قصرنہ رواق طارم را نور آگیں ساختہ وقاسم انوار شریعت غرایش محافل دلہائے اہل تقوی را منور گردانیدہ داود بہ حلقہ زرہ بافان سرکار اوست وسلیمان بزمرۂ عصا برداران دربار او کسیکہ مدام جویائی نور شفاعت اوست نیکوست وہر کہ بے وسیلہ محبتش طالب سعادت برکات سرمدست بدست ولی ازلی بے اجازت او اگر حرفی بزبان آرد واجب التعذیر گردد وفراقی محبت حقیقی بے شرائع او اگر ہوی کشد مستوجب تشہیر شود داناے کہ تہذیب بہ کمال فراست وفرہنگ است بہ جناب مستطاب اصحاب والایش یکرو ویکرنگ است

مثنوی

شہی در لشکری سردار عالم — فروغ شمع دیں نور مجسم

بہ ظاہر مظہر نور الٰہی — بہ باطن زوست از مہ تا بماہی

منور ساز کاخ لامکانی — چراغ دودمان انس وجانی

سریر آرائے چرخ لاجوردی — بہ رفرف زد قدم از پایمردی

محمد شمع وفانوس است آفاق — وجودش نور وقندیل ست نہ طاق

بدل داغ تولائش تمنا است
تنم را دروا و عین مداوا است

بران بخشندهٔ ارباب حاجات
ز من ایزد رساند صد تحیات

تعریف تالیف

بر خاطر قدسی مظاهر صائب فکرتان گلشن طبیعت اطهر وانور راست که اولیائے عظام و علمائے ذوی الافہام و شعرائے افصح الکلام ہیچکس از ذکر شعر و سخن زبان نه بسته و شخصی به اہانت و مذمت این فن لب نکشوده ہمواره به این دریاے گہر ہاے آشنا بوده لالی ابدار اشعار از بطن صاف صدف دلہا بگوش ہوش ارباب ذکا رسانیده اگر بایزید بسطامیست باین کمال مشہور نامیست و اگر ابراہیم ادہم است تیغش ازاین آب دو دم است اگر بہاء الدین عاملیست قطعه سخنش جلیست و اگر حافظ شیراز است ابواب معانی به خاطرش باز است - بیت

در تن خاکی ما این سروسامان سخن است
دل سخن دیده سخن سینه سخن جان سخن است

لہذا من جرعه چش صہباے سخن مغنے سنجان خواجه خان بن ترکتاز خان بہادر قومی خباک بن بکیه تاز خان غفر الله لہما مسمی به تخلص حمید نیز به احیائے سنن سلف مدام به جام سخنوری مست و سرشار بوده و به افکار زمانه ناہنجار بیزار اگر دیده ذکر اشعار روشن فکرتان معانی ارایان نصیحت می دانم و فکر سخنان ہوش بخش مسرت افزا غنیمت می شمارم لیکه از فیض سخن شگوفہا یافتم ہمین خاطر را نزہت بخشیدم دل را از افکار علائق غنی ساختم و طبیعت را از کشاکش خلائق بے نیاز گردانیدم خواستم که شغلی پیش گیرم و تذکرة الشعرا

نویسیم لیکن چوں عبارت ارایان معنے طراز اکثر تذکرہ الشعرای فارسیہ بحیطہ تحریر در آوردہ اند تالیف آں تحصیل حاصل می انجامد بنابرایں تذکرۃ الشعرائے ہندیہ ترتیب دادم و بہ مضامین تازہ دلہارا گلشن گلشن ساختم و نامش گلشن گفتار نہادم۔

لکھا ہم نے جب تذکرے کو حمید | ہوا خوش جیسے فہم اشعار ہے
تلاش اس کی تاریخ کی کرکے دل | کہا "گلشنِ بزم گفتار ہے"

۱۱۶۵ھ

بیت

نوشتم بسکہ از نوک قلم اشعار رنگیں را | سیاہی رنگ گل گردید کاغذ ارغوانی شد

ہر حرفی کہ درو مندرج گشتہ نوکش ناخن زن سینہائے خیال است و دامن اش گرد افشاں چہرہ ہلال و ہر بیت کہ دراں منضبط گردیدہ روشن مضمونی تجلی افروز شعلہ طور است و بیاں شجرۂ طیبہ پر نور ہر مصرعش عصائے موسیٰ است و ہر صفحہ قرطاسش چوں ید بیضا اگر فرد انتخابی آنرا مسیحا بہ خاطر آورد از خورشید پر و نقطہ انتخاب گزارد یک بیت مثنویش اگر حاتم تصور نمودے برونمائی آں بند ہزار بدرہ گوہر ابدار کشودے ریختہ ہائے بلند مضامینش از طارم بریں آب گوہر ہائے پروین بر زمین ریختہ و مانند مشکیں رباعیش بقصر نوردر آویختہ دام ہر سطرش بید لانرا اسیر میسازد و ور مغز ہر سخنش درد لہا تاثیر میکند مثنوی

ہر ورقش صفحہ نورانی است | ہر سخنش لعل بدخشانی است
مثنویش بسکہ زپر گوہر است | مصرع ہر بیت چو سلک دراست
چرخ کہ گوہر بجود آویختہ | بر سر ہر ریختہ اش ریختہ

تازہ معانی کہ بہ الہام یافت ‏ ‏ ‏ ‏ ہر سخن آرا ہمہ ایہام یافت

لطف دگر ہست بدو معنیین ‏ ‏ ‏ ‏ دوست تراست اہل سخن را زعین

منکہ دریں نہ چمن سبز فام ‏ ‏ ‏ ‏ گشتہ ام ایں شاخ ز نخل کلام

برگ و بہارش ہمہ فردوسی است ‏ ‏ ‏ ‏ در قدمش حور بپا بوسی است

دارم امید از کرم کبریا ‏ ‏ ‏ ‏ کاں رطبی آید و باند بجا

حاتم - اسم با مسمی کہ احوال و اشعارش در وسط کتاب کہ خیر الامور اوسطہا واقع است انشاء اللہ تعالیٰ مذکور خواہد شد بالفعل نظر بہ پاس حمد الٰہی و نعت جناب ختم المرسلین حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم و منقبت ائمہ معصومین المطہرین علیہم السلام ابیات چند آں سعادت مند قبول از اقوال شعرائے متقدمین مرقوم قلم می گردد مثنوی -

الٰہی داغ سیں دل کو جلادے ‏ ‏ ‏ ‏ برہ کی آگ مجہ تن میں لگادے

جلا جیوں پھلجھڑی مجہ ناتواں کو ‏ ‏ ‏ ‏ شرر لبریز کر ہر استخواں کو

فنا کر عشق میں یہ جان بے تاب ‏ ‏ ‏ ‏ کہ جیوں آتش میں گھٹ جاتا ہے سیماب

رہے منظور اک معشوق کی ذات ‏ ‏ ‏ ‏ بطوف کعبہ و سیر خرابات

بہ آب مے نہانا آرزو ہے ‏ ‏ ‏ ‏ نماز بے خودی کا یہ وضو ہے

پڑے ہیں زخم بیتابی کے ناسور ‏ ‏ ‏ ‏ بآب تاک دہو مجہ دل کے انگور

کہ ہو مست آپ سیں یکبار جاؤں ‏ ‏ ‏ ‏ پیمبر کی صفت کرنے کو دہاؤں

محمد صاحب ایجاد امکاں ‏ ‏ ‏ ‏ کہ جس کی شان میں آیا ہے قرآں

سرو سردار جگ کے سروروں کا ‏ ‏ ‏ ‏ جماعت دار سب پیغمبروں کا

رکھے ہیں جس کے دروازے پہ موسیٰ
سعادت جان دربانی کا خاصا

مسیحا ناک گھس تجہ آستاں پر
دماغ اپنا چڑھایا آسماں پہ

گئے سب انبیا اس آرزو میں
روا اس رنگ کی کملی کسو میں

اوتر سدرہ سیتی ہر پیر جبرئیل
کیا علم حقیقت خوب تحصیل

سر پر سرور با باسلیماں
چلایا جن و پری پر اس کا فرماں

وہی تھا نور تیرا سات اس کے
انگوٹھی نام کو تھی ہات اس کے

سلایا خاک میں اعدائے دیں کو
جگایا دین ختم المرسلین کو

نہ اس کے ہات سیف دو زباں ہے
شجاعت اور تہور تو عیاں ہے

نبیؐ بوجہ اُس کا دوش اوپر سنبھالا
ہوا رتبہ امامت کا دو بالا

علیؑ قلا خیبر اٹھا ہیگا تر اشور
یداللہ نے دکھایا معجزا زور

قلا گھر توڑ کر ڈالی لڑائی
ہزیمت کافراں خندق پہ کھائی

قضا کے راج کی صنعت گری دیکھ
نبیؐ کے گھر کی یہ بارہ دری دیکھ

خدا کے نور کا مت کر سمندر
یہی چودہ رتن کاڑے ہیں باہر

اگر فہمیدہ حکمت آشنا ہے
اسی نسخے میں چودہ بدیا ہے.

نبی کی آل پر سیں وار جانا
اسی بارہ پلے سیں پار جانا

نصرتی

دکھنی، متوطن بیجاپور موسوم بہ تخلص نصرتی کہ نسخہ مدمالت بہ زبان ہندوی بہ نزاکت تمام و مضامین پرسرانجام ترتیب دادہ۔ چنانچہ از بادشاہی

خطاب ملک الشعرائی یافتہ در تعریف زلف و دست خوب از ریختہ اوست ؎

جب سے چھپایا تونے تری زلف کی کڑی ۱؎ — تب سیں نوی ۲؎ کی تک نہی انی رہے پڑی ۳؎

دو تانیاں ۴؎ کا ہار نہ تھا ناف کے اوپر — زہ نرم کی جیوں کو ۵؎ لگی تھی رہٹ ۶؎ کھڑی

از ریختہ احقر خواجہ خاں ؎

زلف خم ہو کے لٹاک جان کے سب کان میں آت — مو بمو کھول کہے حال پریشاں میرا

و از نصرتی در تعریف مد مالتی از قصہ مذکور است

اتے ۸؎ نرم و نازک رنگیلی کے پانوں — اٹھے جیب ۹؎ پر نقش لینے میں ناوں ۱۰؎

۱؎ پیچ ہے ۲؎ گرہ ہے ۳؎ کنواں ہے ۴؎ چرخی ۵؎ اٹھنے ۶؎ زبان ۷؎ نام

شاعرے بود فصیح البیان و از زمرۂ دکن زبانان شیریں زبان با حاکم کرناٹک قرابت قریبہ داشت و ہرچہ پیدا می کرد نصف آں برائے خرچ فقرا می گماشت۔ اشعار او اکثر مضامین تازہ دارد و معنی بیگانہ را بہ الفاظ آشنا می سازد۔ اگرچہ الفاظش بطور دکھنیاں بر زبانہا گراں می آید اما خالی از لطفے و لذتے نیست نقلیست کہ روزے شاہ میر نام فقیرے نزد نصرتی آمدہ سوال کرد نصرتی چیزے با وداد۔ فقیر پرسید کہ شعرے از اشعار خود بخواں۔ نصرتی ایں بیت را کہ ہماں روز بہ فکر آوردہ بود خواند ؎

نہ بولا ہے نہ بولے گا کدی ۱؎ کو — ترے کی زلف میں بولا ندی کو

فقیر بداہتہ بجواب او خواند ؎

نہیں ظاہر کئے چیتی ہوے کو — زمین کی (....) بولا ہوں کوے کو

نصرتی ہم بہ آں شاہ میر را تا سہ روز بہ چاہ آویخت۔

(چمنستان شعرا صفحہ ۳۲۲)

(۲) ولی

ولی - ولی محمد - احمد آبادی - عجب فکر رسائے داشت و دیوان دلچسپ رنگینے طرح نموده - اکثر اوقات خود در طلب علم گزرانیده - در بلده دار السرور برہان پور نیز مدتے سکونت داشت و بجانب میاں سید معالی کہ از مشایخ زادہ ہائے گجرات بود تد میل تمام داشت دیوان مشہور و معروف دارد - آخر عمر در گجرات وفات نمود ریختہ -

---

۱ - ولی شاعر ریختہ از خاک اورنگ آباد است - می گویند کہ در شاہ جہاں آباد دہلی نیز آمده بود - بخدمت میاں گلشن صاحب رفت - و از اشعار خود پارهٔ خواند - میاں صاحب فرمود این همه مضامین فارسی کہ بیکار افتاده اند در ریختہ خود بکار ببر از تو کہ محاسبہ خواهد گرفت از کمال شہرت احتیاج تعریف ندارد و احوالش کما ینبغی معلوم من نیست (نکات الشعرا صد ۹۲)

۲ - ولی مظہر کمالات خفی و جلی محمد ولی اورنگ آبادی چہره هستی افروختہ و زبد ہوشعور دولت معنی اندوختہ کمان پر زور سخن را بہ نیروئے فکرت کشیده و ناوک اندیشہ اش بہ ہدف معنی رسیده - هر چند اشعار آبدارش زیب صفحہ لیل و نہار است و گوشواره سوامع سخن سرایان روزگار لیکن بنا بر المرلم (؟) بہ تحریر بیتے چند بہ ایجاز و اختصار پرداخت

(تذکرهٔ فتح علی گردیزی قلمی)

۳ - شاہ ولی اللہ ولی تخلص شاعرے است مشہور مولدش گجرات است گویند بہ نسبت فرزند شاہ وجیہہ الدین گجراتی کہ از اولیاے مشاہیر است افتخار ها داشت در سن چل و چار از جلوس عالمگیر بادشاہ ہمراه میر ابوالمعالی نام سیدپسرے کہ دلش

خوبی اعجاز حسن یار اگر انشا کروں	بے تکلف صفحۂ کاغذ ید بیضا کروں
جیوں نسیم اب لگ سکے روحی مجھے حاصل ہیں	کس طرح اس غنچہ بند قبا کو وا کروں

فرزند او بود بجہاں آباد آمد۔ گاہ گاہ بزبان فارسی دو سہ بیت در وصف خط وخالش
می گفت چوں در آنجا بہ سعادت ملازمت حضرت شاہ گلشن قدس سرہ مستعد بہ گفتن شعر
بہ زبان ریختہ امر فرمود و ایں مطلع نغز موزوں کردہ حوالہ او نمودند۔

خوبی اعجاز حسن یار گر انشا کروں	بے تکلف صفحۂ کاغذ ید بیضا کروں

بالجملہ بہ ہمیں تقول زبان ایشان سخن ایں بابا چناں حسن قبول یافت کہ ہر بیت
دیوانش روشن تراز مطلع آفتاب گردیدہ در ریختہ راقمے (۹) بہ فصاحت وبلاغت
می گفت کہ اکثر استادان آں وقت از راہ ہوش شعر ریختہ موزوں می نمودند۔
(مخزن نکات ص ۱۰)

(۴) محمد ولی ولی تخلص شاعر والا اقتدار وسخن سنج شیریں گفتار است۔ رتبہ سخن
ریختہ در زمانش باوج کمال رسیدہ وبازار ایں زبان آمیختہ در دور او گرم گردیدہ۔
اگرچہ در از منہ ماضیہ موزونان ایں جا شعر را بہ زبان ریختہ گفتہ اند اما صاحب دیوانے باایں
متانت وفصاحت از کتم عدم نہ برکشید و شعرائے سلف چند طوطی شکر مقال بوستان
سخندانی اند لیکن چنیں بلبل ہزار داستان بگوش نہ رسید۔ آرے والی ولایت نازک
خیالی وشہنشاہ قلمرو خوش مقالی است چنانچہ می گوید۔

اس شعر کی یو طرح نکالا ہے جب ولی	یو اختراع دیکھ رہے ہے دل میں سب عجب

ونیز می گوید

دکھنی زباں میں شعر سب لوگاں کہیں ہیں اوّلے	لیکن نہیں بولا ہے کوئی اک شعر خوش تر زیں نمط

مولداو خاک پاک اورنگ آباد ست ۔ چوں اکثر بہ گجرات در درگاہ حضرت شاہ وجیہہ الدین قدس سرہٗ کسب علم کردہ و در نیلی گنبد متصل گڑھ مدفون گشتہ مردمان نسبت او بگجرات کردہ غلط محض ۔ قصیدہ سیزدہ اشعار کہ در اشتیاق گجرات گفتہ بدیوان او در نظر رسید مطلعش ایں است ۔

گجرات کے فراق سے ہے خار خار دل   بیتاب ہے سینے میں آتش بہار دل

مردمان نقل می کنند کہ در سورت آمدہ بود و چندے امر حش اقامت افگندہ احرام بیت اللہ بربست و زیارت حرمین شریفین نمود ۔ مثنوی او در تعریف بندر مبارک سورت قریب یک صد بیت بہ ملاحظہ افتاد در انجا می گوید ۔

بھری ہے سیرت و صورت سے سورت   ہر اک صورت ہے وہاں انمول مورت

ختم ہے امرداں پہ رو صفائی   ولے ہے بیشتر حسن لسائی

سبھا اندر کی ہے ہر اک قدم میں   چھپا اندر سبھا کو لے عدم میں

شخصے معتبر با فقیر نقل می کرد کہ روزے یکے از شعرائے دکن کہ صیت سخنش در اطراف عالم حالا بلند است بر کنار آب نشستہ بادہ پیمائی می نمود و دیگر ارکان مجلس باہم بقدر مرتبہ خود داشت ۔ در شب مہتاب مائل تماشا بودند ۔ خصوصاً فقیر در گوشہ تنہا استادہ نظارہ می کرد کہ ناگاہ شاعر جلیل در حالت سکر بادہ پیمائی آغاز نہاد و کلمات پوچ از زبانش سر زدن گرفت تا بہ ایں در رسید کہ ولی چہ طفل بود و چہ یاوہ گوئی نمودہ کہ مردمان بہ تحسین امی کنند ۔ من چنیں معانی نازک و الفاظ نسیب در شعر خود درج کردہ ام

کیا کہوں تجھ قد کی خوبی سروِ عریاں کے حضور
خود بخود رسوا ہے اس کو پھر کے کیا رسوا کروں

اما قدرداں کو اگر دریں زمان ولی می بود از طپانچہ رخسارش سیاہ می کردم تا دعوی رنگین بیانی نہ کند۔ ہاں بیارید دیوانش را تا از آب فروشویم چنانچہ خادم او بہ موجب امر دیوان ولی را بیاور داو تمام ورق ورق را در آب آشنا نمود۔ قصہ کوتاہ چوں صبح شد و آں خمار نشہ از سر بردن رفت دیوان را طلبید کہ دیوانے تصنیف خود کہ با خط خوب و جدول طلائی تحریر کنانیدہ بود بہ شب از غلطی بشوئیدن آمد و دیوان ولی ہم چناں محفوظ ماند لاچار از دوح ایں امر عرق خجلت بر آمد و سخن را بہ لب آشنا نہ نمود و بہ تنہائی سیر الحاج بہ درگاہ کریم کارساز کہ شکنندۂ غرور ہر مستغنے است فرود در آمد۔ اما آنکہ اہل مجلس او بودند واقف ایں رمز اند راست و دروغ بر گردن راوی۔ محرر سطور بہ موجب اقرار راوی بہ بیاض رساند واللہ اعلم۔ کلیاتش دو ہزار و سی صد ابیات بہ نظر رسید

(چمنستان شعرا ص ۱۰۴)

۵۔ ولی دکھنی شاہ ولی اللہ۔ اصلش گجرات و در شعرائے دکھن مشہور و ممتاز است۔ گویند در زمان عالمگیر بادشاہ بہ ہندوستان آمد مستفید از شاہ گلشن گردید از مشاہیر ریختہ گویان اول کسے است کہ دیوانش در دکھن مشتہر و مدون گشتہ۔

دگلزار ابراہیم قلمی)

پہنچتی ہے کعبۂ مقصود کو کشتی چشم[2] — فیض سوں انجھوں[1] کے دریا کو اگر پیدا کروں
آرزو دل میں یہی ہے وقت مرنے کے ولی — سرو قد کو دیکھ سیر عالم بالا کروں

ولہ ریختہ

نشہ بخش عاشقاں دو ساقی گلفام ہے — جسکے انکھوں کا تصور بیخودی کا جام ہے
کھولنا زلفوں کا کچھ درکار نہیں اے خوش نشیں[4] — اک نگاہ ناز تیرا دو جہاں کا دام ہے
آفتاب آتا ہے محرم ہو کے تجھ کوچہ طرف — صبح صادق اس کے بر میں جامۂ احرام ہے
دل کو جمعیت ہے جب جاتا ہوں دنبال صنم — آرسی کے ساتھ میں سیماب کو آرام ہے
جس صنم کی سرکشی کا جگ[3] میں ہے صیت بلند — شکر حق وہ کافر بدکیش میرا رام ہے
مت قدم رکھ اس طرف اے زاہد خلوت نشیں — غمزۂ خونخوار ظالم دشمن اسلام ہے
اے ولی کیوں خشک مغزی کا نہیں کرتا علاج — یاد ان انکھوں کا مجھ کو روغن بادام ہے

(۳) اشرف

محمد اشرف - اشرف تخلص - گجراتی - بلا واسطہ شاگرد ولی محمد - طبع رنگینی داشت - شعرش در نواح گجرات شہرت دارد و دیوان لطیف تصنیف نمود - اشعار اوست

ہوا ہوں بستۂ زلف سجن[4] شکن کی قسم — ہوا ہوں صید ہم مہرن[5] ہرن کی قسم
پتنگ وار ہے دل جب سے شمع رو پہ فدا — اگن میں شوق کے جلتا ہے تن اگن کی قسم

---

۱ آنسو ۲ آنکھ ۳ دنیا - زمانہ ۴ معشوق ۵ معشوق

پیا! دیکھا جو تیرے جام چشم کی گردش — ہوا ہوں شوق کی مئے سے مگن نین کی قسم
پڑا ہے خاک من جو برہ کے کوچہ میں — ہے پائمال ترا اے سجن چرن کی قسم
یہ شعر سنکے کہے ہیں صد آفریں اشرف — تمام شاعر ملک دکن سخن کی قسم

(۴) رضی

محمد رضی۔ رضی تخلص نیز متوطن احمد آباد از شاگردان رشید ولی است ریختہ ہم درآں جواب ریختہ محمد اشرف مذکور موزوں ساختہ۔ جوان خوش ظاہر بودہ ارد

خراب نرگس مستانہ ہوں نین کی قسم — بزنگ بلبل دیوانہ ہوں چمن کی قسم
جمال انجمن آرائے شمع رخ پہ ترے — شب وصال میں پروانہ ہوں لگن کی قسم
عذاب روز قیامت سیں کچھ نہیں پروا — شہید خنجر جانانہ ہوں کفن کی قسم
پیا کی چشم کی وحشت کو دیکھ جیوں مجنوں — شکار دامن ویرانہ ہوں ہرن کی قسم
دیکھا ہے جب سے رضی پیچ و تاب طرۂ یار — فرار خاک ہے جیوں شانہ ہوں شکن کی قسم

(۵) مزمل

میر محمد مزمل۔ مزمل تخلص۔ منصبدار باشندۂ شاہ جہاں آباد۔ مرد صاحب کمال وفکر عالی داشت در زمان محمد شاہ بادشاہ در قید حیات بود۔ ہمانجا وفات یافتہ اشعار مشہور و معروف دارد اکثر بہ طرف ذومعنین طبعش راغب چند شعر از او مرقوم گردیدہ ریختہ

جان آنکھوں سے نکل کر دو گئی — جان گئی بھی سات جن کے سو گئی

---

۱ معشوق ۲ مانند ۳ فراق ۴ قدم پاؤں۔

اب کہاں رہے گا شگوفہ کا بہار / سیر کو گلشن میں خنداں رو گئی
چشم بلبل آب جو جاری کرد / ہر چمن میں مہر کی گل بو گئی
قرض حسنہ لیکے شبنم سے انچھو / پھول کلیاں جھاڑ پر رو دھو گئی
من ہرن میرا مزمل رم کیا / دشمنوں کے دل کی چیتی ہو گئی

ولہ

اس سناری سیمبر کے کیوں کے جاوں ہاٹ میں / زرگری کر کر بچھا رکھتی ہے کانٹے باٹ میں

ایں نیز از شعر او ریختہ۔

آنکھ لاگی سو گیا سونا نہ تھا / ہو گیا وہ کام جو ہونا نہ تھا
راز دل آنکھوں نے سب ظاہر کیا / ہائے کیا رو دیا رونا نہ تھا
بول میٹھا اس شکر لب کا تمام / زہر تھا یو صرف مٹھلونا نہ تھا
کیوں کماں ابرو سے مزمل رسوا ہوا / چلہ کش کو کیا مگر کونا نہ تھا
ہم نہ کہتا تھا مزمل دل نہ دے / نقد ایسا رائیگاں کھونا نہ تھا

۱؎ مزمل۔ محمد مزمل خاں، معاصر میاں آبرو بود، در سخن تلاشش معنی تازہ می نمود
گویند در اواخر عمر جنونے بر مزاجش طاری شدہ و اختلالے در حواسش ساری۔ آخر
باستغنائے نوکری و ترک ملازمت ارباب دول پرداختہ در شاہ جہاں آباد بہ زاویہ
خمول ساختہ بعد چندے شربتے اجل چشید و رخت بہ سرائے خاموشاں کشید۔
(تذکرہ فتح علی گردیزی)

۲؎ چمنستان شعرا میں بھی اس کا ذکر مذکور ہے مگر من و عن وہی جو فتح علی کے ہاں ہے

(۶) حشمت

میر محتشم علی خاں حشمت تخلص۔ منصبدار از عمدہ نجباے اہل ہند کہ در عصر محمد شاہ شعر بہ غایت رندانہ و حریفانہ گفت۔ در دہلی وفات یافتہ۔ دو مخمس ازاو مرقوم گردیدہ

مخمس

سب جان اور جہان کا خداوند ہے اللہ
اس کے سبھی ہیں سرخرو اور سار روسیاہ
اے اہل زہد مستوں کو اس سے ہی اور راہ
دیکھیں تو تم ثواب کرو ہم کریں گناہ
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

مستوں کا تم سب سیں جدا گھاٹ اور ہے
ہفتاد اور دو راہ سیں یہ باٹ اور ہے
سودا جہاں ہمارا ہے وہ ہاٹ اور ہے
دوزخ ارم ڈرے ہے پرے ٹھاٹ اور ہے
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

اے زاہد عبث نہ رکھو میکشوں کو نام
دیکھیں تو کس کو ساقی کوثر پلا دیں جام
ڈنکا بجا کے کون ارم میں کرے مقام
دیکھیں تو کون مقتدی ہو کون ہووے امام
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

اے زاہد و بہت نہ کرو شور بس کرو
اپنی کتاب کے تئیں تم طاق پر دھرو
سب بندے ہیں خدا کے آپس مل بھرو
بے ہیچ آج مستوں سے مت اس گھڑی لڑو
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

اے زاہدان خشک تمھیں فخر ہے ریا
تسبیح لیکے مت کرو مستوں کو بددعا
ہم ہینگے سینہ صاف تمھیں سب ہیں باصفا
یارو ہمارے بیچ نہیں کوئی جز خدا

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

دونوں جہاں شاہ نجف کے ہیں ہم گدا
گو مست ہیں دوانے ہیں بے خود ہی بیٹوا
کہتے ہیں سب سیں آنکھ ملا صاف برملا
ہفتاد و دو طریق سنو ہم سیں یہ صدا
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

ہم مست ہیں ازل کے نہیں اور کچھ خیال
ہو وینگے کل کو ساقی کوثر سے ہم نہال
کہتے ہیں سب سیں صاف یہی بازبان حال
اے اہل خانقاہ کرو جتنی تم قیل و قال
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

تسبیح اور نماز ہے زاہد کا روز کام
افیون اور شراب میں ہم مست ہیں مدام
آخر کے تئیں خدا سیتی ہم ہونگے ہم کلام
دیکھیں تو تم حلال کرو ہم کریں حرام
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

گر شیخ اور برہمن جپتے ہیں اس کا نام
ہر آن ہیچ کرتے ہیں مستوں پہ اہتمام
بیکنٹھ اور بہشت کا نت ہم کو ہے ہیام
ہے شیخ کو سلام برہمن کو رام رام
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

میخانہ کی جو راہ کا حشمت شہید ہے
رندوں کا پیر پیر مغاں کا مرید ہے
اے اہل زہد ہم کو تماشائے دید ہے
تم جس کو حشر کہتے ہو وہ ہم کو عید ہے
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

ولہ مخمس

انسان کا تھا کام جو آدم کہا گیا
انسان کو ازل سیں ابد لگ گنا گیا
انسان کارخانہ کا عالم بنا گیا
سب کچھ بنا کے اب ہی آپ لوبھا گیا

انسان کے گھروندے میں ارض وسما سیک | انسان کا خیال ہی جن و پری ملک
انساں کی بات بہت بڑی ہی سوں لک | معراج کے جو پردے میں اندر کی وہ جھمک

احمد بھی دیکھ احد کا دمامہ بجا گیا

انساں کی ہر کہانی جو تم پڑھتے گنتے ہو | یہ روئی اسی ہنولے کی ہے جس کو دھنتے ہو
اس تار کو نہ توڑو جسے تانا تنتے ہو | حق کا سخن بلند ہے یارو جو سنتے ہو

منصور اسی ہنوارڑی کو سولی پہ گا گیا

آپ ہی تھا آپ ہی ہی ہے وہی | ایک ہی ہے بھر رہا ہے وہی تو نہ کہیو یہ
دل کوں مصفا کرے جو کچھ کہہ سکے تو کہہ | بہتر تو یوں ہے کچھ نہ کہہ انساں کو دیکھ رہ

جب آئینہ سا صاف ہو سب کچھ تجھ میں آ گیا

۱۔ میر محتشم علی خاں حشمت تخلص سید صحیح النسب بود۔ سپاہی عمدہ روزگار شاعر خوب خاصی ریختہ فہمیدہ سنجیدہ باہمہ بہ عجز و انکسار پیش می آید جنسے بود کہ در دل ہمہ کس جاے او خالیست از خاک پاک دہلی بود در مغل پورہ سکونت داشت۔ برادر کلاں او کہ میر ولایت اللہ خاں باشد از مغتنمات روزگار است دیریست کہ ترک روزگار کردہ خانہ نشین است۔ گاہے فکر شعر ہم می کند۔ بر فقیر شفقت و عنایت بسیارے می کند خدا در حفظ خودش نگاہ دارد و آں مرد از نامردی روزگار ناہنجار فوراً فوت شد۔ خداش بیامرزد (نکات الشعرا ص ۶۷)

۲۔ نکتہ سنج والا فطرت سید محتشم علی خاں حشمت۔ مردے سپاہی پیشہ درست اندیشہ گوہر اصلش از بدخشاں است و لعل رنگین خیالش بغایت رخشاں سخنش دل پسند است

انساں کا نور محض بتایا ہے آپ کو — ایجاد آدمی سے لکھایا آپ کو
یعنے تمھیں ہیں ہو کے چھپایا آپ کو — پھر آپ ہی آپ پاس گنوایا آپ کو
دیکھو تو کیسی وضع سے آپ آ بتا گیا

اس نور سرمدی کا محمدؐ خطاب ہے — اس نور کا ظہور علی آفتاب ہے
اس نور کا حسین و حسن انتخاب ہے — اور کیا کہوں سبھوں کی بغل میں کتاب ہے
ٹک کھول کھول دیکھو تو کیا کیا لکھا گیا

اور کیا کہوں میں اس ہمہ کا لباب ہیں — ذرّے کو کیا جو کہہ سکے کچھ آفتاب ہیں
دریا جھمکتا ہے کوئی دم حباب ہیں — اس فرصت قلیل کو کیا دوں جواب میں
میں اس میں گم ہوا کہ وہ مجھ میں سما گیا

ذکرش لبند۔ بہ کمال خوش خلقی و فراخ حوصلگی زیست می کرد و بہ وسعت حال می گزرانید دیوانش فقیر سیر کردہ و چشمے آب دادہ۔ حقا کہ دراں تلاش معنی تازہ کردہ و الفاظ رنگین بر روئے کار آوردہ است۔ احیاناً ریختہ ہم می گفت (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ محتشم علی خاں حشمت تخلص می کرد۔ اصلش از شاہ جہاں آباد است پدر بزرگوارش میر باقی نام از مردمان مشاہیر بود۔ گاہ گاہ دو سہ شعر ریختہ و فارسی با کمال تازگی می گفت و در سلک ہر مصرعش گوہر معنیٔ نایاب می سفت۔ قبل ازیں ہفت سال بہ مرگ دفعۃً از جہاں رفت۔" او تعالیٰ رحمتش کناد (مخزن نکات صفحہ ۴۷)

۴۔ چمنستان شعرا میں نکات الشعرا کی عبارت تمام و کمال نقل کر دی گئی ہے اور کوئی نئی اطلاع نہیں۔ (س۔م)
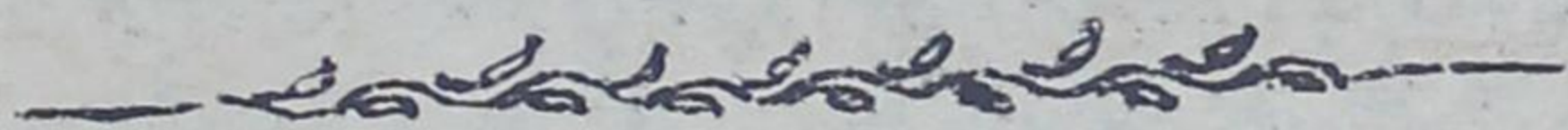
جو وہ نہ ہوتا کچھ بھی نہ ہوتا قرآن میں — واللہ بھر رہا ہے وہی جسم و جان میں
یہ بات ہے نبی کی ولایت کی شان میں — جو تھا خدا کی راہ کا منصف جہان میں
صلوٰۃ بر محمد کہتا چلا گیا

(۷) مضمون

مضمون عجب شاعر متوکل بودہ، متوطن احمد آباد۔ اوست موجد ایہام

ریختہ اوست ؎

مہر کر کوئی کہے اس راہ سیں — کیوں نکلتا نہیں کبھی اس راہ سیں
چھوڑ دے گا آخر اپنی مان سب — کیا نہیں ڈرتا ہے تیر آہ سیں
شرم سیں پانی ہو سب جاویں رقیب — گر مرا یوسف ملے آ چاہ سیں
اس گدا کا دل لیا دلی نے چھین — جا کہو کوئی محمد شاہ سیں
اے صنم مضموں تو بندہ تھا ترا — کیوں بھلایا اس کو عشق اللہ سیں

۱۔ میاں شرف الدین مضمون تخلص مردے بود۔ نوکر پیشہ، متوطن جاجیئو کہ قصبہ است متصل اکبر آباد۔ حریف ظریف ہشاش بشاش ہنگامہ گرم کن مجلسہا۔ ہر چند کم گو بود لیکن بسیار خوش فکر و تلاش لفظ تازہ زیادہ۔ دیوانش بہ ہمہ جہت دو صد بیت خواہد بود از شروع جوانی بہ شاہجہاں آباد آمدہ و در زینت المساجد سکونت داشت۔ آخر الامر ہمیں جا فوت کرد۔ از احفاد حضرت شیخ فرید شکر گنج بود نور اللہ مرقدہ چنانچہ می گوید ؎

کریں کیوں نہ شکر لبوں کو مرید — کہ دادا ہمارا ہے بابا فرید

شاگرد خان صاحب سراج الدین علی خان صاحب است چونکہ دندان او بہ سبب نزلہ

افسوں سے مار جھٹ پٹ لیتی ہو کھٹ کو اٹکا		کس ساحروں سے سیکھا زلفوں نے تیری لٹکا
تجھ خسروِ جہاں کا ہے شور مرد و زن میں		فرہاد اس کو چیرا شیریں نے سر کو پٹکا

ہمہ افتادہ بودند (نکات الشعرا صـ ۱۶)

۲- بر شاہدِ معنی مفتون شیخ شرف الدین مضمون از شعرائے قرار دادہ ریختہ است مشق سخن از مرزا مظہر و خاں آرزو کردہ۔ از نبائر حضرت گنج شکر است چنانچہ گوید ؎

کریں کیوں نہ شکر لبوں کو مرید		کہ دادا ہمارا ہے بابا فرید

باوصف برودت پیری و فرط ضعف و ناتوانی ہا مردے بود بغایت گرم جوش و چسپاں اختلاط۔ ہرگاہ دندانش ریختند چناں آرزو از مداح شاعری وانہ می گفت بہر حال شعرش خالی از نزاکت نیست (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳- شرف الدین مضمون تخلص از فرزندان حضرت شیخ فرید شکر گنج قدس اللہ سرہ بہ جمیع صفات موصوف و بہمہ خصات معروف بود۔ مولدش جائے است در نواح گوالیار کہ اورا جاجیو می گویند چوں سن شریفش از چہل متجاوز گردید دست از قید علایق برداشت و قدم در راہ آزادگی گذاشت۔ لب دریا مسجدے است مسمی بہ زینت المساجد و را مسکن خود قرار دادہ بہ توکل می گزارد بسکہ ملیں و خوش صحبت بود اکثر از مردم بجنابٔ آخر روز بطریق سیر در حلقہ مجلس وارد می شدند چنانچہ سعدی گوید ؎

ہر کجا چشمہ بود شیریں		مردم و مور و مرغ گرد آیند

بہ وقت موعودہ سر در پردہٴ اختفا کشید و بہ عالم قدس ساس گردید خدایش بیامرزد شعر ریختہ را بہ تلاشِ الفاظ و معنی تازہ می گفت۔ (مخزن نکات صـ ۲۱)

۴- شیخ شرف الدین مضمون شاعر یست زود رس و سخن پرور یست معنی رس

تجھ بیوفا کے کارن سب سیں جدا ہوا ہوں
میں چھاجتا ہے خالی جو تو پرے ہی بھڑکا

مت مل رقیب سیتی میں بارہا کہا ہوں
ترتا ہوں اس دکھوں سے جاتا ہی جان سڑکا

چھپ کر مخالفوں سے آ اسطرح پلنگ پر
جو کوئی سے نہ جانے تیرے قدم کا کھٹکا

دیکھ اس کی بیوفائی ہٹتا ہے کیوں تو اے دل
دلبر وہی بھلا ہے جو ہو وے اپنی ہٹ کا

پا کار سیٹ اپنا مثل تنور مضمون
اک قرص ناں کی خاطر کیوں تو پھرے ہے بھٹکا

مرا دل تھا ترے گلشن کا مالی
محبت اس ستی تو کیوں نہ ڈالی

نظر آتا نہیں وہ ماہ رخسار
گزرتا ہے مجھے یہ چاند خالی

رقیباں مجھ ستی کرتے ہیں نوکاں
طرح لڑنے کی ان مرغوں نے پالی

کہو اے سیمیں بدن تو رات مجھ سیں
تری دیہی ہے کس سانچے میں ڈھالی

ہوا جگ میں مضموں شہرہ ترا
طرح ایہام کی جب سیں نکالی

مضمون شیرینش شرف بر نبات می دارد و کلام شکرینش مذاق جان را لذت خاص می بخشد
اصلاح سخن از مرزا مظہر و سراج الدین علی خاں آرزو می گرفت و گاہے بہ تفنن گوہر سخن
بہ سلک نظم می سفت چنانچہ دلیل کم گوئی خود می گوید ؎

درد دل سے جس طرح بیمار اٹھتا ہے کراہ
اس طرح ایک شعر مضمون بھی کہے ہے گاہ گاہ

دیہاں سے گردیزی کا بیان نقل کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ) دیوانش بہ جمیع اصناف
قریب بہ صد بیت بہ ملاحظہ در آمد از سخن معلوم می شود کہ از اولاد حضرت شیخ فرید گنج شکر
قدس سرہ است چنانچہ خود می گوید ؎

لب شیریں سے دے مضموں کو میٹھا
کہ ہے فرزند وہ گنج شکر کا

(چمنستانِ شعرا ص ۲۵۳ :

(۸) عبدالرحیم

محمد شاہ بادشاہ علیہ الرحمہ بادشاہ رحمدل رنگین مزاج بودہ کہ احدے در سلطنت اذیت بہ فرع نہ رسیدہ و اہل سماع را نہایت دوست می داشت صاحب سخن بود و طبیعتش راغب مزاح نیز بود۔ چنانچہ در آں ایام عبدالرحیم نامی از اہل کشمیر حاجی بود و نام خود را وٹ کریس قرار دادہ ہر کسے کہ شعری خواند فی الحال در جوابش شعر موزوں بطور تسبیح و ملیح ہدیہ میخواند۔ روزے بادشاہ طلبیدہ با یکے از اہل محفل اشارات خواندن شعر نمودہ۔ چنانچہ امیر خاں مرحوم ایں شعر را بر زبان راندے

آہ من العشق و حالاتہ | احرق قلبی بحراراتہ
انظر العین الی غیرکم | اقسم باللہ و آیاتہ

شعر مذکور کہ بانمام رسید او کریس بدیہ در جوابش خواندے

آہ من الادہ بکاراتہ | از کرش گرد پچاراتہ

....

سلطان قسم شدہ انقائے بخشید او بتاریخ بست و ہفتم شہر ربیع الثانی در سنہ یک ہزار و یکصد و شصت ہجری از دہلی انتقال نمود۔ از ریختہ اوست۔

گنج مخفی کی نہیں کنجی ہے بسم اللہ بن | قفل دل کھلتا نہیں ہرگیا ہمارا آہ بن
رو دنیل انکھوں سے جاری ہے ندی نالے خفا | بادلی ہو گئی ہے یوسف کی زلیخا چاہ بن

(۹) یکرو

یکرو عجیب مرد لطیفہ گو و خوش خلق۔ از شاگردان رشید میر مبارک آبرو باشندہ دہلی است دریک فرد سرانجام بسیار آوردہ و نام پیغمبران علیہم السلام بطور ایہام موزوں ساختہ ؎

حسن داؤدی سلیمانی ہیں رخ یوسفی | عیسوی گفتار زلفیں یونسی موسی کمر

میکشو روح ہماری تو کبھی شاد کرو | شیشہ مے کہیں بھولے تو ہمیں یاد کرو

(۱۰) یکرنگ

یکرنگ مرد۔ درویش صاحب کمال بود از جملہ خلایق اونے والئے یکرنگ و یکرو بودہ۔ طبع رنگیں داشت۔ ریختہ ؎

یکرنگ جُز پاس او نہیں کچھ رہی بساط | رکھتا ہے دو مین جو کہو تو نذر کرے

۱۔ یکرو تخلص مردے بود شاگرد میاں آبرو براحوالش اطلاع ندارم مگر دو سہ مرتبہ در مجالس ریختہ دیدہ ام باآنکہ ہیچمدان فن ریختہ بود ولیکن خود را خود ہمہ داں می شمرد (نکات الشعراء ص ۴۳)

۲۔ عبدالوہاب یکرو۔ شاگرد آبرو است فکرش برجستہ است و شعرش شستہ (تذکرہ گردیزی)

۳۔ عبدالوہاب یکرو شاعر خوش گو و شاگرد میاں نجم الدین آبرو است اشعار عاشقانہ و سخن ہائے سوز انگیز بسیار می دارد (چمنستان شعراء ص ۲۲۶)۔

پرووے کیوں نہ ہر اک بال میں موتی وہ چھپتی
صبح دانتوں کی روشن ہے شبِ مستی میں بتیسی

فایق (۱۱)

کلام فایق فایق است از اکثر شعرائے نواح دہلی ریختہ آزاد است ؎

برنگ نکہت گل قوت جاں ہے یاد گلرو کی — شب آرام دل ہے عاشقوں کو یاد اس مو کی
تری نرگس کٹوری اور پتلی اور ہنالی — ملک کے ہاتھ میں ہے مونہہ تیری تیغ ابرو کی

۱۔ مصطفےٰ خاں یکرنگ شاعر ریختہ، معاصر میاں آبرو۔ می گویند کہ بسیار چپاں اختلاط واشنائے درست بود از احوال او خوب اطلاع نہ دارم (نکات الشعرا ص ۱۴)

۲۔ معنی یاب بے درنگ مصطفےٰ خاں یکرنگ۔ با آبرو ہم طرح بود و تلاش معنی تازہ نمود۔ رتبہ سخنش بلند است و مایہ شعرش ارجمند (تذکرہ گردیزی)

۳۔ مصطفےٰ خاں یکرنگ معاصر میاں آبرو است۔ بخدمت خاں آرزو مشق سخن می کرد۔ ابیات دیوانش ہمگی و تمامی قریب پانصد شعر خواہد بود۔ سوائے ایں کہ نبیرہ خاں جہاں لودھی است و در سلک ملازمان بادشاہ منسلک بود، و دیگر احوالش معلوم بندہ نیست (مخزن نکات ص ۱۸)

۴۔ مصطفےٰ خاں یکرنگ از معاصرین آبرو است۔ شعرش خوش قماش بیگراں می دارد وطبعش عالی تلاشش فرداں می نماید۔ گویند کہ ذہن رسا داشت و با ہر کسے طریق احسن سلوک مرعی می گزاشت۔ یکرنگی اخلاصش از تخلص او پیدا و خلق محمدی از نامش ہویدا است

(چمنستان شعرا ص ۴۳۲)

(۱۳) حاتم

حاتم محمد حاتم، باشندہ حضرت دہلی مرد صاحب ہمت و طبیعت عالی دارد و بخل در دادن اشعار ہرگز نہ کردہ و دریں امر کہ فی الحقیقت سخن درست بہ مشاعرہ ہست گوئی از حاتم بردہ صرفہ نہ دارد۔ چنانچہ مثنوی اور در صدر کتاب رقم شد ریختہ از اوست

مت پری رویاں ہمارے دل کو دیوانہ کرو
درمندوں کے جگر کی آہ ٹک جانا کرو

زلف خوباں ہیں جو چاہو ہو نگاہ کی دسترس
پنجہ مژگاں کے تئیں اپنا بنا شانہ کرو

شمع رویوں کی لگن میں جل کے جیا خاکستر ہوا
عشق کے کشور کا میرے نام پروانہ کرو

پیر چاہو ہو تو آکر رشتہ اخلاص میں
چھوڑ دیو تسبیح و اپنے من کے تئیں دانا کرو

دوستوں کے حق میں دشمنوں کی بات کو
تم سیتی کہتا ہے حاتم حسن کے مت مانا کرو

ولہ

کافر لیا کیوں کرے ہے ہم سے ہو کر رام رام
حال میرا دیکھ لے کر تسلی اے خود کام کم

دور میں تیرے نین کی بست ہے عالم مدام
کیوں نہ ہوا عشق سم سی سرگرداں لیکر جلم جم

کیا ہوا گر پیچ کھا کھا دل میں رکھتا ہی گرہ
تار کیا اس میں جو مارے زلف میں آوام دم

۱۔ شیخ محمد حاتم حاتم تخلص از شاہجہاں آباد است، می گوید کہ من با میان آبرو ہم طرح ابود مرسیت جاہل و متمکن و مقطع وضع، دیرآشنا نغاندارد۔ در ریختہ می شود کہ ایں رنگ کہن بسبب شاعری است کہ بجو من دیگرے نیست یا وضع او ہمیں است۔ خوب است اما

جو صدا آتی ہے باتوں کی تیری مجھ کان میں — ہیں اس سخن تیرے کے تئیں الہام ہم
جیوں کہا قاصد نے چل حاتم بلایا ہے تجھے — دل سیتی جاتا رہا سنتے ہی یہ پیغام غم

(ولہ)

خلق کی گریے میں آنکھوں میں پڑے ہیں پھولے — تو بھی دیکھی ہے جسے اس کو گئی ہے رو لے
دل شگفتہ ہو مرا گل کی نمن شادی میں — نازنیں غنچہ دہن ہنس کر اگر ٹک بولے
دل عالم کو گرفتار کرے پیچوں میں — گرہ زلف اگر مکھ سیں پہ پیر و کھولے
نہ گھٹے ایک رتی وزن میں الماس تا — گر مرے من کو جو سو من کے برابر تولے
دو دھرے عشق کے میداں میں قدم کو حاتم — ہات اپنے کو جو کوی خون جگر سے دھولے

(ولہ)

تجھ بن جان تھی جان مری جان کے بیچ — آن کے پھر کے جلایا تو مجھے آن کے بیچ
ایک دن ہات لگایا تھا ترے دامن کو — اب تلک سر ہے خجالت سیں گریبان کے بیچ
ہوی زبان لال ترے ہاتھ سے کھاتے بیڑا — کیا فسوں پڑھ کے کھلاتے تھے تجھے پان کے بیچ

ونیز مثنوی ایہام در تعریف حقہ بہ عجب پیچ و تاب بستہ از دست

تنبا کو کو نہ جیسا تو کیا سبب ہے — ملا ہے گر نہیں اور کیوں گڑ طلب ہے
طلب ہے گڑ کی اس کو اس سبب سیں — ملا دے گر اسے لا سن کے لب سیں

با نیہا چہ کار۔ شعر بسیار دارد۔ دیوانش تا ردیف میم بدست آمدہ بود، و پارہ اشعار آں نگاشتہ می شوند۔ با من آشنائے بیگانہ است (نکات الشعرا ص ۷۹)

۲۔ اسم اصلیش ظہور محمد حاتم حاتم۔ برخود می چیند و سیاہ مستانہ می رود

لگا جب گڑگڑا گو نام پایا — ہر اک نے چاہ کر تب منہ لگایا
کہے حقہ تمباکو کیوں جلے ہے — کہ گنگا جل ترے پاؤں تلے ہے
اگن کو اب نے بس لے بجھاوے — وگرنہ باعث جلنا بتاوے
تماکو نے کہا حقہ سے جل کر — برہ کی بات ہے سن تو سنبھل کر
اگن میں جان کر جو جی جلاوے — چمن میں عشق کے تب گل کہاوے
مری سنگت سے آتش تاب نے ہی — اگرچہ نام اس کا آب نے ہے
اگن میں پھول اور ڈنڈی ہی جل ہیں — گل خورشید ہے مثل کنول میں
کنول میں کوئلہ مثل اسو نبر ہے — بھنور پر چھپیرا سرپوش زر ہے
نا حقہ نے تمباکو کا احوال — جگر کے خون سے رو رو کر بھر آتال
کہا نیچے سیتی سوا رزو سات — کہ ہیگا کام ہم سب کا ترے ہات
یہ سن من ہار نیچا پیچ کھا کر — جبیں پر چیں چڑھا سینہ دکھا کر
کہا نے سیں کہ نے سب کی خبر رکھ — انہیں کے دل جلوں اوپر نظر رکھ
پیا ہو مہربان حقہ پلایا — گرم کر لے کے نیچا موکھ لگایا
لگا وہ لب سیتی یکدم میں پی نے — عزیز اب کر دیا عالم میں پی نے
لگا ٹھال تب حق حق پکارا — کہ جیوں منصور پھر آیا دوبارا

زاد و بودش شاہجہاں آباد است و طبع صرفیش نقد و قلب سخن را نقاد۔ (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ محمد حاتم۔ حاتم تخلص۔ ہم صحبت میاں مضمون و آبرو است اصل وطنش دے شاہجہاں آباد است و در روزگار سلطنت محمد شاہ بادشاہ منصب ندیمی و خدمت بکاولی نواب عمدۃ الملک مغفور پایہ امتیاز داشت۔ بعد فوت او توکل روزگار نمود و باکمال آزادگی می گذراند۔ کلیاتش ضخیم است

نہ حقہ میں صدائے سرسری جان | کنھیا ہات گویا بانسری جان
بجایہ حقہ و نیچے میں لے ہے | چو مطرب ہات چھلے دار نے ہے
نہ نے پر سالوی برہانپوری ہے | کہ جیوں کالے پہ کالی کیچلی ہے
نہیں حقہ مگر افعان لپسر ہے | کہ چیرا کو چلکی کا سرا اوپر ہے
زری کی انیڈوی حقہ کسی کی نال | رہے ہے ہو رات دن مانند خلخال
کمند دست محبوباں یہی ہے | انیس و ہمدم خوباں یہی ہے
یہی ہے یار یار و دل جلوں کا | یہی ہے درد میں ساقی سبھوں کا

وابیات دیوانش قریب چہار ہزار بیت از نظر گذشتہ۔ شعر خوب جستہ جستہ می برآید۔ حق تعالےٰ سلامتش دارد (مخزن نکات ص ۲۴)

۳۔ شیخ محمد حاتم۔ حاتم تخلص عمدہ نکتہ پردازان و علامہ سخن طرازان است۔ نکات رنگینش تازگی بخش دلہائے محزوں و خیالات دل نشینش از نزاکت معانی مشحون۔ اشعار دلاویزش گلدستہ انجمن و بہارستان طبعش اشک افزائے چمن است مثنوی حقہ کہ بہ جعفر علی خاں زکی محمد شاہ بادشاہ فرمایش نمودہ بود از دو شعر موزوں شدہ دیگر سرانجام نہ یافت شیخ محمد حاتم بہ اتمام رسانید۔
بہ نظر امعان جملہ سی بیت است۔ دراں جامی گوید

کہا نیچے نے یہ سب کی خبر رکھ | تو اپنے دل جلوں اوپر نظر رکھ
پیا ہو مہرباں جس دم پلایا | کرم کر لیکے نیچا منہ لگایا
لگا منہ نال تب حق حق پکارا | گویا منصور پھر آیا دوبارا
نہ حقہ میں صدائے سرسری جان | کنھیا ہات گویا بانسری جان

سبھوں کو اس کا پینا سود دیگا — دھواں طفلوں کے حق میں دود ہیگا

نہ بولے آپ سیں جب لگ نہ بولو — کھلے نہ ہیچ جب لگ نہ کھولو

بہت سا جگ میں حاتم ڈھونڈ آیا — پھر ایسا دوسرا ہمدم نہ پایا

آبرو (۱۳)

میر مبارک آبرو تخلص در ایام محمد شاہ بادشاہ ترک منصب و دنیا کردہ بود متوکل و صاحب دیوان است۔ اشعارش در تمام ممالک محروسہ مشہور و معروف خصوص در دار الخلافہ شاہجہان آباد مستثنئے وقت است۔

رستم اس مرد کی کہاتے ہیں قسم زوروں کی — تاب لاتا ہے جو کوئی عشق کے جھکجھوروں کی

قادری جب سے سجی بر میں سجن بوٹی دار — عقل چکر میں گئی دیکھ کے چھب موروں کی

لب میگوں پہ سیر سجن کے نہیں خط سیاہ — ڈار ٹوٹی ہے مٹھائی شکر خوروں کی

گانٹھ کاٹی ہے مرے دل کی تری آنکھوں نے — دو پلک نہیں یہ کترنی ہے مگر چوروں کی

قدرداں حسن کے کہتے ہیں اُسے مردہ دلی — سانولی چھوڑ کے جو چاہ کرے گوروں کی

آبرو کو نہیں کم ظرف کی صحبت کا دماغ — کس کو برداشت ہے ہر وقت کے نک ٹوروں کی

ولہ

نہیں گھر میں فلک کے دل کشائی — کہاں ہوتی ہے یاں میری رسائی

بقیہ گذشتہ

نہ پر سالوی برہان پوری ہے — کہ جیوں کالے پہ کالی کیچری ہے

بوقت تحریر ایں چند ابیات دیوانے ضخیم از و بدست آمد (چمنستان شعرا ۱۳۸)

کریں جو بندگی ہو ویں گنہگار
تم اپنی بات کے راجا ہو پیارے
ذبح کرنے کو ناحق بے کسوں کے
رہیگا نانو کیونکر آبرو کا

نرالی ہے بتوں کی کچھ خدائی
کہے سے ہوتی تم کو ضد سوائی
بتا تیری کمر کس نے کمائی
گلی اس راہ کی جب ہاتھ آئی

ولہ

آیا ہے صبح نیند سے اٹھ رسمسا ہوا
مت گنو یہ بخت بیا ہوں کا رنگ زرد
قامت کا سب جگت منے بالا ہوا ہے نانگ

جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا
سونا وہی جو ہو دے کسوٹی کسا ہوا
قد اس قد بلند تمہارا رسا ہوا

ا۔ میاں نجم الدین عرف شاہ مبارک متخلص بہ آبرو متوطن گوالیار نبیرہ حضرت محمد غوث گوالیاری است نور اللہ قبرہ از ابتدائے جوانی در شاہ جہاں آباد آمدہ چنانچہ مشق سخن ہم اینجا کردہ۔ شاگرد خاں صاحب سراج الدین علی خان است۔ از چشم پوشی روزگار رجال شعار یک چشمش از کار رفتہ بود۔ شاعرے نادرہ گوئے ریختہ می گویند کہ طبع شوخے داشت غرض متقی وقت خود بود کہ عہد محمد شاہ باشد۔ خدایش مغفرت کند (نکات الشعراء ص ۱۹)

۲۔ شمع محفل گفت وگو شیخ نجم الدین مبارک آبرو۔ گوالیر متوطن ان بزم آرائے معنی است و خاطرش گنجینۂ گوہر سخندانی۔ حقاکہ معنی تلاش را برطاق بلند گذاشتہ و باستوع مملکت سخن رایت شاہی افراشتہ در نارنول مدتے بہ رفاقت حضرت ابوی دام ظلہ بسر بردہ و بہ جائزات نمایاں موصول گردیدہ (تذکرہ گردیزی قلمی)

زاہد کے قد خم کو مصور نے جب لکھا　　تب کلک ہاتھ بیچ اتھا سو عصا ہوا
زاہد ہے آج مجمع رنداں میں نیم جاں　　خرگوش جیوں کہ پھیر میں آ ادمنا ہوا
یوسف کو اپنے اور گیا کھینچ چاہ سے　　مضمون جذب عشق زلیخا رسا ہوا
اے ابرواول سے سمجھ پیچ عشق کا　　پھر زلف سیں نکل نہ سکے دل پھنسا ہوا

ولہ

کیا ادا سے وو بھوں مٹکتی ہے　　کہ مرے دل میں جا کھٹکتی ہے
زلف کی شان تک ادپر دیکھو　　کہ گویا عرش پر لٹکتی ہے

۳۔ شاہ مبارک متخلص بہ آبرو مردے بود درویش منش قلندر مشرب، متوطن گوالیار از فرزندان محمد غوث۔ بعالم حسن پرستی اشتہار تمام داشت چنانچہ مثنوی صد و پنجاہ بیت درباب تعلیم آرائش خوباں رنگ گار بسیار سلاست موزوں کردہ است بالجملہ شعر ریختہ بوضع خود بسیار مربوط می گفت و مشق سخن بخدمت سراج الدین علی خاں آرزو میکرد کہ بالفعل در فضیلت و کمال نفسش منحصر بذات ہیست حق تعالیٰ سلامتش دارد و زیادہ بریں از کمالات آں بزرگوار اشکال من ہیچمداں چہ نویسد کہ شمار قطرہ آب باراں نمودن و مساحت افلاک پیمودن است۔ ہر چند رواج ریختہ ہیچ شخص بہ ریختہ و خامی کند لیکن وسعت اختلاطش تا بحدیست کہ شعر میاں آبرو را بہ نظر اصلاح ملاحظہ می نمودہ بلکہ گاہ گاہ و بہ پاس خاطر او خود ہم دو سہ بیت ازیں قبیل می فرمودہ (مخزن نکات ص ۱۷)

۴۔ شیخ نجم الدین آبرو آبروبخش بزم سخن و سرخروے معرکہ ایں فن است گلستان گوئی از آب پاشش سخنش اب و رنگے تازہ گرفتہ و نہال ہستی او مدتے در بار نو

کیا ہوا اگرچہ مر گیا فرہاد روح پتھر سے سر پٹکتی ہے

ولہ

کیا قہر ہے پیارے رخ کا ترے مٹکنا پھر قہر پر قیامت اس زلف کا لٹکنا
اُس کے نین پیارے اسپند کر جلا دے کیوں مارتا ہے نازک رخسار پر چٹکنا
جس گال کی صفا پہ نظریں نہیں ٹھہرتیں اس گال پر عجب ہے دل کا مرے اٹکنا
ابر و فصیل لب پر تل کا رکھا غلیلا ہر زاغ بوالہوس کا مشکل ہے واں پھٹکنا

طراوت پذیرفتہ در معنی یابی بدیواں موزوں خیالی داد سخن میدہد و گلگشت خیابان اشعارش انشراح فراواں بہ نظارگیاں می بخشد۔ متانت الفاظ و نزاکت معنیش بر سخن فہمان انصاف درست روشن است۔ اشعار ایہام بسیار میدارد و مرزا رفیع سودا اورا در مقطع یاد می کند و می گوید۔

نہ مل کم ظرف سے ہرگز بقول آبرو سودا کسے برداشت ہے ناحق اٹھاوے کون تکھورا

می گویند کہ در عہد محمد شاہ بادشاہ تاج زندگی بر سر می داشت مثنوی او متضمن بر ترغیب آراستگی معشوق کہ جملہ یکصد بیت خواہد بود بہ نظر در آمد مطلعش اینست

ہے سزاوار ستا وہ باکمال جلوہ گر جس نے کیا حسن اور جمال

حق کہ شاعر شیریں مقال و معنی یاب متین خیال است دودمان وجود ہستی آوازِ چراغ سراج الدین علی خاں آرزو ضیا گرفتہ و لولوئے گراں بہائے سخن را بہ نہایت آب و تاب در رشتہ نظم سفتہ۔ منتخب دیوانش بہ نظر در آمد۔

(چمنستان شعرا ص ۸)

(۱۴) مظہر

مرزا مظہر جانجاناں مظہر تخلص کہ اشعار فارسی گو ہند می آ و از بلاد ہندوستان تا دکھن زبان زد عالم اظہر من الشمس است - از اوست

اس واسطے پڑا ہوں چمن میں ہوا کے ہاتھ اس گل کو بھیجنا ہے مجھے خط صبا کے ہاتھ

۱۔ مرزا جان جاں مظہر تخلص مردیست مقدس، مطہر، درویش، عالم، صاحب کمال شہرۂ عالم بے نظیر معزز مکرم۔ اصلش از اکبرآباد است۔ پدر او مرزا جان جاں نام داشت او فرط شفقت مرزا جان جاں می گفت۔ ازیں سبب ہمیں اسم موسوم است بہ بندہ بجد بت او در رفتہ سعادت اندوز گشتہ است۔ اکثر اوقات در یاد آلہی صرف می کند خوش تقریر بمرتبہ است کہ در تحریر نمی گنجد۔ دیوان مختصر شعر فارسی او بہ نظر فقیر مولف آمدہ است از سلیم و کلیم پایۂ کمی ندارد۔ اگرچہ شعر گفتن دون مرتبہ است لیکن گاہے متوجہ ایں فن بے حاصل نیز می شود۔ انعام اللہ خاں یقین و خریں کہ شاعر ریختہ اند از شاگردان اویند۔ غرض مرزا عجب کسے است (نکات الشعرا ص۵)

۲۔ ادا فہم معنی پرور مرزا جان جاں مظہر اصلش از معمورہ بخارا و مولد و منشاش اکبرآباد۔ اشں بہ شرافت نسب و نبالت (؟) حسب موصوف است بہ مکارم اخلاق شریف معروف۔ حقا کہ ذاتش مظہر تجلیات آلہی است و مظہر انوار فیوضات غیر متناہی۔ از بدو حیات الی یومنا ہذا کہ عمر شریفش بہ پیمانۂ اشں خطوہ مبین از بلند ہمتی بہ توکل و انزوا بسر می بردہ و از والا ہمتی سر استغنا بہ بادشاہ و وزرا فرو نہ ساختہ۔ یکجا نشستہ فراغت و ملغ [illegible] یار با کشور عزت از [illegible]

جلتا ہوں میرزائی گل دیکھ ہر سحر — سورج کے ہاتھ، چور ہی پنکھا صبا کے ہاتھ

(بقیہ گذشتہ) فقہ و حدیث: حظے وافر دارد و از کتب سیر و تواریخ بہر مستکاثر سرش از بلند ہمتی بہ شعر و شاعری فرو نمی آید۔ و ایں شغلہ ہا را سرمایہ افتخار نمی انگارد، چنانچہ اکثرے از اشعارش از راہ بے پروائی از صفحۂ خاطر محو شدند و برخے از عدم اعتنا و توجہ بایں فن مہجور اتبر گشتند۔ لیکن چوں عشق سخن سر رشتہ لب و سخن است و ہر معنی جاگزین دلش از فرط امتلائے عشق معنی ہرگاہ از صحبت صوفیان خانقاہ و مستفیدان خدا خواہ فرصتش دست بہم می دہد، متوجہ شغل بے حاصل می گردد۔ و مرزا مظہر فارس دو میدان و دارا دو مملکت بیان است چہ شعر فارسی اش بغایت لطافت و نظم ریختہ اش نہایت عذوبت۔ (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ مرزا جان جاناں مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ عالم و عامل عارف و کامل، سرآمد ارباب تحقیق و پیش رو اہل تدقیق است۔ در ظاہر و باطن مرتبہ رفیع و شانے عظیم دارد در اوائل جوانی کہ مقتضائے آں ظاہر است بہ شعر و شاعری مشغول بود۔ آخر حال خود را ازاں اندیشہ باز داشتہ بر سجادۂ طاعت بہ فقر و قناعت می گذراند۔ و ہمیشہ ہمتش مصروف تکمیل اہل ارادت می باشد۔ ایں چند بیت ریختہ وغیرہ تلامذہ ایں فن برائے تعلیم انعام اللہ خاں یقین موزوں کردہ۔ (مخزن نکات ص ۳۴)

۴۔ میرزا جان جاں مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ بادہ نوش خمخانہ معنی و جرعہ چش ساغر سخندانی است۔ فقیر ترجمہ احوال آں علامہ سخن پرداز مفصلاً از تذکرہ قبلہ برحق حضرت غلام علی آزاد مدظلہ العالی می طرازد۔ و ایں گلدستہ رنگیں را حسن افتخار خود بشناختہ زیب انجمن بیاز و کہ "میرزا مظہر جاں جاں سلمہ اللہ تعالیٰ مظہر فیض الٰہی ست

آزاد ہو رہا ہوں دو عالم کی قید سے　　　میناؔ لگا ہے جب سے مجھے بے تو لکے ہاتھ

(بقیہ گذشتہ) و مشرق صبح آگاہی، شاہ مسند فقر و فنا، مقیم آستان توکل و استغنا
نام والد ماجد او میرزا جان است ازیں جا وجہ تسمیہ او تواں دریافت۔ اما نام و تخلص او
گویا عنایت ترجمان اسرار قیومی مولانائے رومی است کہ پانصد سال پیش ازیں در
دفتر ششم مثنوی ارشاد فرمودہ کرامتے نمایاں بہ حضار انجمن استقبال وا نمودہ یعنے

جان اول مظہر درگاہ شد　　　جان جاں خود مظہر اللہ شد

لیکن نام او برالسنہ میرزا جان جاناں جاری شدہ ایں اسم ہم معنی بلند دارد۔
فقیر را با میرزا ملاقات صوری صورت نہ بستہ اما غائبانہ اخلاص کامل است و ہمیشہ
بہ آمد و رفت مراسلات حظ ہم کلامی حاصل۔ میرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است
و در قبضۂ اسم خود روح الروح معنی پروری عروس متعال را بہ مشاطگی ذہنش
طرز تازہ و تصویر خیال را بہ تردستی فکرش حسن بے اندازہ۔ شعلۂ آوازش آتش زن
خرمنہا و شوخی اندازش شور افگن انجمن ہا۔ فقیر در اثنائے تحریر ایں کتاب تکلیف
ترجمہ کرد۔ میرزا ترجمہ خود و اشعار آبدار بہ تحریر درآوردہ متاع نفیسے از انفاس عیسیٰ تمین
ہدیہ دوستاں ساخت۔ نسخہ برجستہ این است۔ فقیر جانجاں متخلص بہ مظہر پسر میرزا
جان، جانانی تخلص، علوی نسب، ہندی مولد، حنفی مذہب، نقشبندی مشرب است۔
در عشرۂ اولے مائۃ ثانیہ بعد الف ولادتش اتفاق افتاد، نشو و نمائے ظاہری در
بلدۂ اکبر آباد یافتہ، تربیت باطنیش در معمورۂ شاہجہاں آباد از جناب سید محمد
بداونی نقشبندی مجددی واقع شد۔ سلسلہ نسبتش بہ بیعت و ہشت واسطہ توسط
محمد بن حنیفہ بہ شیر شیر کبریا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ منتہی شود۔ جد اعلیٰ از

برگ حنا اوپر لکھوا احوال دل مرا　　شاید کبھی تو جا کے لگے دل ربا کے ہاتھ

(بقیہ گذشتہ) امیر کمال الدین در اوائل مائۃ تاسعہ از خطہ طائف بہ جذب قسمت بجد و در ترکستان رخت اقامت انداخت و بہ فرمانروائی بعضے ازآں ممالک عمر گزرانید و اولاد کثیرہ بہم رسانید۔ ازآنہا امیر مجنون و امیر بابا در حین فتح ہندوستان کہ بر دست ہمایوں پادشاہ اتفاق افتد دریں مملکت وارد شدند۔ ازاں باز خدمت و رفاقت سلاطین گورگانیہ شعار مردم ایں خاندان بود۔ میرزا جان مذکور کہ در ششم مرتبہ از امیر بابا و درجہ دوازدہم از امیر کمال الدین مسطور واقع است بہ عہد عالمگیر پادشاہ علیہ الرحمہ بعالی منصب و ترک دنیا سرفراز گردید۔ و ایں خاکسار از بدو طفلی ہوائے مال و جاہش زر در سرنہ پیچید۔ بعد تحصیل ضروریات ایں مشت غبار خود ابداً سن دولت از خود رفتگان بستہ بامید آنکہ چشمے در عالم دیگر باز کند۔ چوں نقش قدم بر در ایشاں نشستہ است از بس دماغش ضعف قوی دارد و تاب تدبیر اسباب نمی دارد و تجرید و تفریدے اختیار کردہ نان بر خوان دو نان نخورد۔ و چوں گل عمر خود را بہ یک خرقہ بسر بردہ بہ تحریک شور عشقے کہ نمک خمیر اوست گاہ لبے بہ فریاد وا کند۔ چوں نامہ اش موزوں واقع می شود احباب از راہ جوہر شناسی بہ میزان اشعارش می سنجند۔ وگرنہ او را از غایت انصاف نظر بہ بے سرمایگی خود دکانے بر سخن نچیدہ۔ زیادہ بریں ہمت کہ نظر بزرگاں یافتہ حسن قبولے بہم رسانیدہ است۔ او سبحانہ حسن خاتمہ ہم نصیب کند۔ راقم سطور یعنی صاحب می گوید کہ ذات میرزا مغتنم است۔ حق جل جلالہ دیرگاہ سلامت دارد۔ ہمائے توفیق ... است کہ بہ چنگ شاہین تقریر آید و صیدے تعریفش نہ خطا است کہ

یہ شیشہ بیچنا ہے کسی میرزا کے ہاتھ   مظہر چھپا کے رکھ دل نازک اپس کا توں

(۱۵) سودا

مرزا محمد رفیع سودا تخلص منصبدار بودہ متوطن شاہ جہان آباد۔ مرد سودا مزاج و کم سخن، ازاوست ۵

(بقیہ گذشتہ) خنگ تیز گام تحریر طے نماید۔ کمال فضل او از کلام یقین کہ یکے از تلامذہ چوں شہنشاہ جہان معنی است پیدا می شود۔ والا رتبہ اقتدارش از حدیث ورد مند کہ جانگی خوار مایدہ آں ماہ آسمان سخندانی است ہویدا می گردد۔ لآلی منظومات فارسیش از لآلی بہ نہایت غلطانی و ثواقب طبع زاد اشعارش در غایت درخشانی است   (چمنستان شعرا ص ۲۴۶)

ا۔ میرزا رفیع المتخلص بہ سودا کہ جوانیست خوش خلق و خوش خوے، گرم جوش، یارباش، شگفتہ روے مولدا و شاہجہان آباد است، نوکر پیشہ، غزل و قصیدہ و مثنوی و قطعہ و مخمس و رباعی ہمہ را خوب می گوید۔ سرآمد شعراے ہندی اوست، بسیار خوشگو است، ہر شعرش طرف لطف رستہ رستہ، در چمن بندی الفاظش گل معنی دستہ دستہ۔ ہر مصرعہ برجستہ اش را سرو آزاد بندہ، پیش فکر عالیش طبع عالی شرمندہ۔ شاعر ریختہ چنانچہ ملک الشعرائی ریختہ او را شاید۔ قصیدہ در ہجو اسپ گفتہ بہ تضحیک روزگار دور از حد مقدور دراو صنعتہا بکار بردہ مطلعش اینست۔

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار   رکھتا نہیں ہے دست عناں کا یہ یک قرار

اکثر اتفاق طرح غزل باہم می افتد۔ غرض از مغتنمات روزگار است

سودا ہوا ہے بسکہ رگِ دل میں جوش ہے　　تم تشنہ قطرہ سیں صنم خون کم کرد

(بقیہ گزشتہ) حق تعالیٰ سلامتش دارد (نکات الشعرا ص ۳۲)

۲۔ نکتہ داں بے ہمتا مرزا محمد رفیع سودا۔ مردیست سپاہی پیشہ، درست اندیشہ۔ حقا کہ ریختہ شعرش عالی است و سخن دردمندانہ اش حالی۔ امروز در میدان گفت و گوئے سبقت از اقران و امثال خود می رباید و داد معنی یابی و رنگین خیالی می دہد (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ عندلیب خوش نغمۂ گلشن روزگار۔ گل سرسبد محافل اشعار یگانہ کشور فضل نقاوۂ دودمان کمال، انتخاب نسخہ صاحب کمالی حضرت میرزا رفیع سودا مدظلہ العالی دریچہ نزہت گاہ معنی بروئے وے کشادہ است کہ دو مصرع کلک طرازیش شہرت را آمادہ اشعار رنگیں و قصاید متین دارد۔ چنانچہ قصیدہ کوہ دو پیکر در زمینہ بہار و بحر بیکراں و تضحیک روزگار وغیرہ از تصانیف اوست، والدش نقیش مرزا شفیع نام مغل زاد بہ عمل تجارت مشہور بود۔ بہ وقت معہودہ تقدس بر بیناست حسابیا زرے کہ از ترکہ وے بدست مرزا افتاد در مدت قلیل بہ مقتضائے شاعر مزاجی بر سبیل یا دوستیہا بباد داد و بہ مصاحب پیشگی بر آمد۔ قبول ملوک نامدار و تقرب سلاطین عالی مقدار او را اسیر گشت۔ بالفعل بخطاب ملک الشعرائی کہ ہمین پایہ سخنوران است اعزاز و امتیازے دارد۔ الٰہی سایہ اش از سرِ بے سر و پایاں کم مباد بہ مجنون و فرہاد (مخزن نکات ص ۲۵)

۴۔ میرزا محمد رفیع سودا المتخلص صحیا و غزالان سخن و سر آمد نکتہ سرایان این فن است

نسیم بھی ہے زمانے میں اور صبا بھی ہے ‌ ‌ ‌ ہماری خاک کو دیکھو کہ کچھ رہا بھی ہے
سنبھال رکھ یہ قدم خارِ دشت پر مجنوں ‌ ‌ ‌ کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(بقیہ گذشتہ) شاہین زبان ناقص بیان کہ پارۂ لحمے بیش نیست چہ جرات کہ بہ ہوائے
توصیف آں ہمائے اوجِ نازک خیالی چنانکہ باید بال کشاید۔ و شبدیز قلم دو زبان
را کہ بیش از گیاہ نہ چہ قدرت کہ در میدان تعریف آں فارس مضمار خوش مقالی
جولاں نماید۔ خلعت رنگین سخن طرازی بہ قامتش دوختہ اند و طوطیان ہندوستان
شکر بیانی از آں آئینہ دل آموختہ۔ گویا نزاکت مضامین دلچسپ حسن بہ یوسف بہ داشتش
حسن اختتام پذیرفتہ و ایں زبان کج مج ریختہ در زمانش بہ یمن اقبال آں نکتہ پرداز
درجۂ علویت اثر کردہ (......) از اں ملک الملوک مملکت فن و شہنشاہ قلمرو سخن امروز
بہ کوس انا و لا غیری...... جو یا معنی بلند و غواص لآلی دل پسند۔ الحال... جلوہ بہ دکن
بانگ نغمات و ہد لطیفش خوش نما۔ کلیاتش متضمن بر قصاید و مثنوی و... مخمس و ترجیع بند
و قطعہ و رباعی و مرثیہ قریب دو ہزار بیت بہ نظر امعان رسیدہ......از اں دریافت باید کرد
کہ چہ لآلی گرانبہا بسلک نظم کشیدہ......کہ در ہمہ اقسام سخن ممتاز اقران بر آید و ہم زونے
بسمع نرسید کہ در طبیعت پیران اقتدار کامل بیاری نماید۔ اگر صریر کلک گلکاریش باہمدم اعجاز مسیحا انگارم بجا کہ
دل مردگاں را حصول جان تازہ از اں متصور۔ و اگر چشمہ خضر را در ظلمات الفاظ نوایش
پندارم رواکہ حیات سخن تمام صاحب از و ممکن۔ حقا کہ ہر نقطہ نقش پذیر قلمش مثال سیاہی مردم
بر بیاض دیدہ جاودانی است و ہر یک بیت طبع زادش چوں مصرع عین ابرو بر چشم نہادنی
قصیدہ او قریب شصت بیت در مدح نواب سیف الدولہ بہادر و در تمہید ہجو بعضے شعرائے دہلی
بہ نظر در آمد۔ تمہید خوبے دارد ‌ ‌ ‌ (چمنستان شعرا ص ۳۲۷)

(۱۶) ناجی

ناجی شاعر بود در شاہجہان آباد۔ مضمون ہائے خوب می بست۔ از اوست
ڈوب گئے کئی ملک جب کھولی لب دریا پہ زلف؛ حیف ناجی کو نہ پوچھا کس لہر میں بہ گیا

۱۔ محمد شاکر ناجی جوانے بود ابلہ رو، سپاہی پیشہ۔ مزاجش بیشتر مائل بہ ہزل بود
معاصر میاں آبرو۔ بندہ با او یک دو ملاقات کردہ بودم۔ شعر ہزل خود می داند۔
(می خواند) و مردمان را بخندہ می آورد و خود نمی خندید۔ مگر گاہے تبسمے
می کرد۔ وطنش شاہ جہاں آباد۔ جوان از جہاں رفت (نکات الشعرا ص ۲۳)
۲۔ محمد شاکر ناجی گویند روئے بہرزہ داشت و بہ عنوان سپہ گری علم
می افراشت۔ طبعش اکثر مائل با ہاجی بود (تذکرہ گردیزی قلمی)
۳۔ محمد شاکر ناجی تخلص سپاہی پیشہ بود در مطاوی کہ مصرع شعر بر از معنی آبدار
ودیعت می نہاد۔ و بہ درستی طبع و رسائی فکر داد سخنوری می داد وزادگاہ او دار الخلافت
شاہ جہاں آباد است۔ با برادر فقیر کہ منعم تخلص می کرد و شعر فارسی بسیار بہ تلاش ہائے
معنی نیکو می گفت رابطہ اتحاد مربوط داشت۔ گاہ گاہ بتقریب خانہ تشریف می آورد۔
بندہ خود در خورد سالی او را دو سہ بار دیدہ ام فراحش خیلے مائل فراخ بود۔ او تعالیٰ
رحمتش کناد (مخزن نکات ص ۱۱)
۴۔ محمد شاکر ناجی تخلص۔ از شعرائے شاہ جہاں آباد است۔ شعرش آب و رنگ تازہ
و معنی اکش بے اندازہ دارد۔ (چمنستان شعرا ص ۴۰۹)

(۱۷) تاباں

میر عبدالحی نام تاباں تخلص مغل نژاد، از ہم مجلسیان میرزا مظہر جان جانان

فرد خوب گفتہ ؎

مضرت ہی تجھے عاشق کے مارے سیتی اے ظالم   کہ ہم تلخی کشوں کا خون ہیک زہر قاتل ہے

۱۔ میر عبدالحی تاباں نوجوان بامزہ بود۔ سید نجیب الطرفین مولد او شاہجہان آباد است بسیار خوش فکر و خوبصورت، خوش خلق، پاکیزہ سیرت، معشوق عاشق مزاج تاحال در فرقہ شعرا ہمچو او شاعر خوش ظاہر از مکمن بطون عدم و بعرصہ ظہور جلوہ گر نہ شدہ بود۔ زبان رنگینش پاکیزہ تر از برگ گل۔ گلستان سخن را نازک دماغ بلبل سمند رنگینی فکرش باگلگوں باد بہار طالق النعل بالنعل است ہر چند عرصہ سخن او ہمیں در لفظہائے گل و بلبل تمام است اما بسیار بہ رنگیں می گفت از دیدن رنگ و آتش بے اختیار از دہن من گل کمالش سر می زد۔ نسبت بہ شعر او استاد او را رتبہ شاگردی او نہ بود۔ با فقیر یک صفائی داشت۔ از چندے بہ سبب کم اختلاطی این ہیچمدان کدورتے بمیان آمدہ بود۔ اجلش مہلت نہ داد کہ تلافیش کردہ آید۔ آخر آخر کہ اوائل جوانی او بود این قدر مداومت شراب کردہ کہ ملاقات ہمہ یاران موقوف شد۔ اکثرے از دوستانش کہ بخانہ او می رفتند او را مست طافح می یافتند و آب بردن این ناجرا را ببینید کہ ہشت ہفت روز ودیعت حیات سپردن او باقی ماند، یک مرتبہ توبہ کردہ و بہ ہمہ آشنایان خود رقعہا نوشتہ کہ عزیزان من توبہ کردہ ام شما شاہد و خبرگیران

نقل است روزے مصرع از زبان میر مبارک آبرو بدیہہ طبع زاد گردید
مصرع اینست۔

دہلی کے شاعروں میں اک آبرو ہوا ہے

چنانچہ از اہل محفل تاباں در مجلس میرزا مظہر جان جاناں مصرع صدر برخواند
میرزا در جوابش فی الفور این مصرع رسانید ع

جانے سے ایک چشم کے بے آبرو ہوا ہے

(بقیہ گذشتہ) من باشید چرا کہ شراب بہ سبب کثرت استعمال مزاج من شدہ بود از گذاشتن
این از خود گذشتن من پر نزدیک می نماید غافل از احوال من بودن از عقل بسیار
دور است۔ آخر الامر ہماں شد کہ گفتہ بود۔ حاصل آفتاب تابان عمر او زود بہ لب بام
رسید معشوق عجیبے از دست روزگار رفت۔ افسوس، افسوس، افسوس! امید قوی است
کہ حق تعالیٰ مغفرتش کردہ باشد (نکات الشعراص ۱۴۱)

۱۔ نخل بند گلشن بیان میر عبد الحی تاباں جوانے بود خوب صورت و خوش سیرت
شمع محفل جانہا و چراغ بزم دلہا در خاک پاک ہندوستان نخل حیاتش بلند شدہ
دو رہمیں گل زمین بہ نشو و نما رسیدہ۔ در عنفوان جوانی خاک مال فلک خوردہ بساط
حیات مستعار برچیدہ، داعی اجل را اجابت کردہ۔ (تذکرہ گردیزی قلمی)

۲۔ خانہ برانداز محبت خراماں میر عبد الحی المتخلص بہ تاباں جوانے بود در نہایت
حسن و جمال ہم صحبت یاران حال۔ با وجود لیلیٰ فنشی مجنون را آداب محبت اموختی و
باکمال انجمن آرائی شمع وار داغ بر جگر سوختی۔ اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ داشت

مردمان ایں مصرعہ ثانی را باز بہ سمع میر مبارک آبرو رسانیدند میر فوراً بر زبان آند

کیا ہوا حق کے گئے سے کور میری چشم ہے　　آبرو جگ میں ہے تو جان جاناں پہ ہے

میرزا مظہر جان جاناں در جوابش فی الفور گفت ؎

مبارک باد تم کو آبرو صاحب سخنور ہو　　بھلے ہو یا برے ہو خوب ہو کان جواہر ہو

(بقیہ گذشتہ) آخر حال بہ رفاقت نواب عنایت اللہ خاں بہ تنعم می گذرانید۔ چوں در خوردن کثرتہا کرد۔ رطوبت فضلی بہم رسانیدہ مستقی گردید و بہ ہمیں احوال از جہاں رفت

(مخزن نکات ص ۳۵)

(۴) میر عبد الحی تاباں تخلص طوطی است شکر بیان و بلبلے است ہزار داستان آفتاب طبیعتش بہ نہایت درخشانی و لآلی گراں بہائے سخنش بکمال آب و تابی است۔ می گویند کہ از وجاہت صوری نصیب وافر برداشتہ بود۔ متانت معنیش دل نازک خیالاں را صید می نمود لیکن آخر در عین عنفوان شباب ورق زندگانی بگردانید و موجہ گلگشت جاودانی گردانید ایں ع طفلے کہ خوش محاورہ افتد نہ ماندنی است۔ میر تقی میر در تذکرہ نکات الشعرا او را شاگرد محمد علی حشمت می نویسد و در دیوان خود اقرار تلمذ حاتم می نماید چنانچہ می فرماید ؎

اب ہی ریختہ ہو وہی تب سے اس کے شعر کا　　جب سے حاتم نے توجہ کی ہے تاباں کی طرف

سخن نیز می گوید ؎

ریختہ کیوں نہ میں حاتم کو سناؤں تاباں　　اس سوا دوسرا کوئی ہند میں استاد نہیں

حاتم در دیوان خود اکثر جا یاد می کند ؎

ریختہ کے فن میں ہیں شاگرد حاتم کے بہت　　پر توجہ دل کی ہی ہر آن تاباں کی طرف

ظاہرا تحصیل علوم بخدمت حشمت کردہ باشد و اصلاح شعر از حاتم می گرفت ۔ ۔ ۔ ۔ الحاصل

اشعار ہائے ریختہ او بسیار آمد و وقت تحریر ایں کتاب تو ازیں مختصر سے تر [illegible] بہت [illegible] افتاد۔

(۱۸) یقین

انعام اللہ خاں یقین تخلص، برادر زادہ میرزا مظہر، در خدمت میرزا رسوخ تمام داشت۔ بنابراں میرزا خود بہ تخلص یقین ارشاد فرمودند۔ شاعر متین است۔ از اوست

اس کو اب خشم و رضا میرا برابر ہو گیا
حیف مضمون دیکھنے کا بھی مکرر ہو گیا

دلبروں کے نقش پا میں ہے صدف کا سا اثر
جو مرا آنسو گرا اس میں سو گوہر ہو گیا

کیا بدن ہو گا کہ جسکے کھولتے جامے سا بند
برگ گل کی طرح ہر ناخن معطر ہو گیا

آپ سے جب لگ نہ تھا واقف کہاں یہ تھا شکوہ
دیکھتے ہی آئینہ میں منہ سکندر ہو گیا

آنکھ سے نکلے پر آنسو کا خدا حافظ یقیں
گھر سے جو باہر گیا لڑکا سو ابتر ہو گیا

۱۔ انعام اللہ یقین تخلص شاعر ریختہ، صاحب دیوان، از لکہ اشتہار دارد محتاج بہ تعریف و توصیف نیست۔ تربیت کردۂ مرزا مظہر است۔ پدرش اظہر الدین خاں نام دارد۔ با جدش در سر ہند ملاقات کردہ بودم۔ بسیار آدم بامزہ یافتہ بہ سلوک پیش آمدہ وضیافت فقیر کردہ تا دیر نشستہ صحبت مستوفی داشتم۔ شعر بطرز می گوید۔ آدم برنبر مطلب۔ میاں یقین را مردماں می گفتند کہ مرزا مظہر او را شعر گفتہ می دہد و وارث شعرہائے ریختہ خود گردانیدہ از قبول کردن این معنیش بندہ را خندہ می آید کہ ہمہ عیب بہ وارث می رسد۔ الاشعر مثلاً کسے بر شعر پدر خود یا بر مضمون او متصرف شود ہمہ کس او را دزد خواہند گفت تا بہ شعر استاد چہ رسد۔ القصہ پر دو چے

ولہ

طلا اس حسن کے شعلے آگے آب ہو جاتا — اسے گر دیکھتا رو یا پگل سیماب ہو جاتا

(بقیہ گذشتہ) چیدے کہ بافتہ است کہ ما و شما نیز می توانیم بافت۔ این قدر برخود چیدہ است کہ رعونت فرعون پیش او پشت دست بر زمین می گذارد۔ بعد از ملاقات این قدر خود معلوم شد کہ ذائقہ شعر فہمی مطلق ندارد۔ شاید از ہمیں راہ مردمان گمان ناموزونیت در حق او داشتہ باشند۔ جمع بر این اتفاق دارند کہ شاعری او خالی از نقص نیست۔ چرا کہ شاعر این قسم کم فہم نمی باشد از شخصے منقول است کہ بخانہ عظمت اللہ خاں کہ پسر نواب عنایت اللہ خاں مرحوم باشد یقین نشستہ بود وی گفت۔ از آں روزے کہ مرزا دست استادی بر سر من داشتہ است شعر من ترقی کردہ شخص مذکور این مصرع نظامی پیش حضار مجلس بہ آواز بلند خواند مصرع شد آن مرغ کو خایہ زریں نہاد — حاصل او را بہ بیضہ در کلاہ شکست

میاں شہاب الدین ثاقب کہ احوال او نوشتہ خواہد شد نقل می کرد کہ من بعض برائے امتحان بخانہ او رفتم و یک غزل طرح کردم من غزل بالقرم رسانیدم و از دو مصرع موزوں نشدہ اللہ اعلم۔

میاں محمد حسین کلیم کہ احوالش گذشت قصیدہ گفتہ است مسمی بہ روضۃ الشعرا در و نام تمام شعرا را نقل کردہ از آں جملہ نام ایشاں را نیز آوردہ لیکن بہ کنایہ غریبے کہ سخن فہم می فہمد و آں این است۔

یقیں کے شعروں پہ ہے یہ بد گماں بعضے کہ اسکے ہیں — غلط ہے ہم نے بوجھا ہیگا مرزا جان جاناں کا

اثر خوبان خندق زیب کی گلیوں میں یہ دیکھا | کہ جو گرتا تھا اشک خون وہاں عناب ہو جاتا
کمی کی خنجر قاتل نے اسکی پیاس کے حق میں | کٹی زخم اور اگر لگتے تو دل سیراب ہو جاتا

(بقیہ گذشتہ) نام مرزا جان جان است و شاعر جان جاناں بستہ۔ چوں اکثر عوام نام مرزا از غلطی جان جاناں گویند۔ شاعر مذکور نظر بر شہرت ہمچنیں موزوں کردہ اگرچہ نمی بایست کہ گفتگوے ما با خواص است۔ در بزرگ زادگی و شرافت میاں یقین سخنے نیست از خانوادہ بزرگیست۔ با بندہ ہم آشنائی سرسری دارد۔
(نکات الشعراص ۴۸)

۲۔ صاحب تلاش معنی رنگین، انعام اللہ خاں یقین پسر اظہر الدین خان بہادر مبارک جنگ نبیرۂ حضرت مجدد الف ثانی است۔ نبیرۂ نواب حمید اللہ خاں مرحوم شہباز خیالش بہ صید معنی بلند پرواز است وہمائے اندیشہ اش بر قلہ قاف سخن بر پر افشانی ممتاز، بے اغراق ریختہ گوئی را بر طاق بلند گذاشتہ و تخم معنی در زمین سخن کاشتہ وانچہ از طبعش سرزدہ۔ از فرط شیوع و حسن قبول در تمام ہندوستان بر افواہ والسنہ جاری است۔ استفادہ سخن از افادت گاہ مرزا جان جاں مظہر گرفتہ چنانچہ گوید ؎

جو نماز اپنی تو صبح و شام لازم کر یقیں | حضرت استاد یعنے شاہ مظہر کی ثنا

با مولف اخلاص دارد و اکثر بایہ ملاقات می پردازد (تذکرۂ گردیزی قلمی)

۳۔ صدر نشین بزم شعرائے متاخرین انعام اللہ خاں یقین۔ شاعر صاحب طرز یگانہ عہد و وحید دہر است۔ بہ اخلاق حمیدہ انصاف دارد۔ و مصرع از زبانہائے

اگر تجھ کو زلیخا دیکھتی سب کچھ بسر جاتی | تماشا ماہ کنعانی کا اس کو خواب ہو جاتا
یقین سوز و گداز اپنے کو گر اظہار یہ کرتا | خدا شاہد کہ آتش کا بھی زہرا آب ہو جاتا

(بقیہ گذشتہ) سحر طرازش بہ ایں ہمہ لطف و خوبی می تراود کہ بہ محرد استماع دل عشاق قطرات خوں شدہ از دیدۂ فرد می چکد۔ بزرگانش در بلدہ سرہند اقامت داشتند و اکثرے از شرفا و رسائے آں ضلع بخدمت ایشاں استفاضہ معنی می کردند چوں والد شریفش بہ دار الخلافت رسید حمید الدین خاں کہ ملقب بہ نیمچہ بود صبیہ خود را بر آں بزرگوار نامزد کرد۔ ایں معنی را موجب افتخار خویش دانستہ۔ بالفعل خان موصوف بہ منصب ہزار و پانصد سرفرازی دارد و پیش ہم چشماں خود معزز و موقر است حق تعالیٰ سلامتش دارد (مخزن نکات ص ۴۹)

۹۔ انعام اللہ خاں یقین شہنشاہ قلم و سخندانی و یوسف کنعان معانی است۔ طوطی شکر مقال از گلستان ہند بر نخواستہ کہ بر آں عندلیب ہزار داستان سخن بہ تشابہ گراید و شہسوارے چابک خرام از ریفان دکن پیدا نہ شدہ کہ قصب السبق از آں فارس میدان خوش تلاشی برباید۔ بسیارے از شکر مقالاں متین خیال پرہ ہم صفیری او بر داشتند، آخر پشت دست بزمیں نارسائی بگزاشتند و اکثر از نازک خیالاں شیریں مقالی بہ مقابلہ او بر خاستند، آخر از قصور بگوش مالی خود پرداختند از دست۔

یقیں تائید حق سے شعر کے میداں کا رستم ہے | مقابل آج اس کے کون آسکتا ہے کیا قدرت

آئے عندلیب کلکش دم از عصائے ہم دمی عیسیٰ می زند۔ و مزاج عالیش معانی نازک

ولہ

نہ مرتا میں اگر صدقے ترے جانے کے کام آتا ۔ گرسنہ ناز کا تھا گالیاں کھانے کے کام آتا

(بقیہ گذشتہ) می گزینید - ہر قطرہ کہ از سحاب خامہ اش بچکید - لالی گرانبہا شد - وہر سطرے کہ از وسر زد فرحت عطاکن جانہاست - معنی آفرینان ایں زماں از نام تضمین کلامش گرم بازاری می دارند وخوش تلاشان ایں عصر از اصفائے نام نامیش دست بگوش می گذارند - چنانچہ می گوید -

حق کو یقین کے یارو برباد مت دو آخر ۔ تم نے سخن کی طرزیں اس سے اڑائیاں ہیں

عزیزے می گوید - رباعی

جس طرح سے لاتے ہیں مضامین متین ۔ اشعار میں ریختہ کے سودا و یقین
ایسا کوئی ہیں ہند میں ہر چند کہ ہیں ۔ سجاد و کلیم و میر و درد و تمکین

اگرچہ یقین است کہ مرزا سودا در غزل و رباعی و مخمس و مثنوی و قصیدہ و قطعہ بند وغیرہ اشعار ریختہ رتبہ رفیع می دارد و خالی تلاشش فراوان می نماید لیکن در ریختہ یقین فصاحت و ملاحت دیگر است - مولفہ

اگر ہزار برس تک یہ میرزا سودا ۔ کرے جو فکر تتبع یقین کا از دل وجاں
کہے گا معنی باریک وخوب شیریں تر ۔ ولے نزاکت و لطف و یہ قبول کہاں

الحاصل یقین یکتائے عصر و یگانہ زمانہ است - چشم روزگار چنیں معنی آفرینی ریختہ رس ندیدہ و گوش سپہر دوار مثل ایں والا منشی آتش دم نشنیدہ - سخن سرا یان والا گوہر و آتش بیانان گرامی قدر مصرع طبع زاد مش را چوں خیال مصرع قامت

یہ کوہ طور سرمہ ہو گیا سارا ہی کیا کہیئے | کوئی پتھر بھی بچ رہتا تو دیوانے کے کام آتا
بتاں خون کر کے میرا سب لگے اپس میں مل کہنے | یہ کافر جیوتا رہتا تو بت خانے کے کام آتا
اڑا دی اس ہوا نے مشت خاک میکشاں حق ہا | غبار ان کا اگر رہتا تو پیمانے کے کام آتا
لیا گھیر ان یقین نے عشق کا آتشکدہ سارا | کوئی شعلہ جو بچ رہتا تو پروانے کے کام آتا

خوباں بہ دل جا می دہند و بیت نقش بست گلکش را چوں بیت ابرو بہ چشم می نہند۔ فی الواقع اگر آں سحر پرداز دعوی اعجازی کرد سخن سازان را بجز ایمان آوردن چارہ نبود و ایں آیہ گراں مایہ "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" زنگ شبہ از آئینہ دل میزدود۔ و گلشن جاوید بہار انش از آبیاری میرزا مظہر طراوتے پذیرفتہ و ایں طوطی شکر مقال شکر بیانی از آں عندلیب نغمہ خوان چمن معانی گرفتہ است و اکثر جا میرزا را از راہ استادی یاد می کند و حق شاگردی خود بزبان می آرد۔

جیوں نماز اپنے پہ صبح و شام لازم کر یقین | حضرت استاد یعنے شاہ مظہر کی ثنا

نیز در جائے می نویسد

سایہ بے شخص ٹھہرتا نہیں کہتا ہے یقین | آپ سے مجھ کو جدا حضرت مظہر نہ کرو

میرزا مظہر جان جاناں چوں جرب گفتاری یقین باین درجہ دید بار یختہا کہ پیش ازیں سر زدہ طبعے میرزا شدہ اکتفا کردہ از شعر ریختہ دست کشید۔

حاکم بیگ خاں روزے با فقیر نقل می فرمود کہ انعام اللہ خان یقین را در سنہ تسع و ستین ومائہ والف ملاقات نمودم مرد خوبے متواضع بہ نظر رسید اشعار خود بسیار خواند و استعمال تریاک با وجود صغیر سنی کہ سی (۳۰) نخواہد بود بحدے داشت کہ تمام رنگ ویش رنگ کہربا گرفت بعد انتقالش اکثر اشخاص در ہمہ شہرت دادند و گفتند کہ ایں یوسف مصر سخندانی جور یافتہ اخوان است بلی مقتول العقوبت است انتہی مقالہ بنا بر ایں از خاطر راقم السطور تاریخ وفات یقین چنیں برخاست تاریخ

(۱۹۱) احسن

احسن اللہ تخلص، عجب ریختہ ایہام تصنیف نمودہ، لطف خاص دارد بلکہ عدیم المثال توان گفت۔

صبا کہیو اگر جانا ہے تو اس یار دلبر سوں
کہ کر کر قول پرسوں کا گئے برسوں ہوئے پرسوں

یو قاصد وعدہ کرتا ہے گا پرسوں کا کہ پھر آؤں
کبوتر ہی نہیں آیا گلی اسکے سیتی برسوں

ترس کچھ بھی نہیں اے شوخ اتی کیا ہی ترسائی
ترے دیدار بن ہیں دیدۂ تر سوں گہر اتر سوں

تری مل سے یہ مجھکو نت نیا سودا ہے اے ظالم
عجب ہے پھر گئے کہ یو تیل نکھاوے مرمرسوں

بقیہ حاشیہ گذشتہ

شاعر نازک سخن و خوش خیال
کرد سفر جانب ملک عدم

سال وصالش خرد نکتہ سنج
گفت یقین رفت بسوے عدم

... الحاصل پدر یقین اظہر الدین خاں بہادر مبارک جنگ از ارکان شاہجہاں آباد است نبیرہ شیخ مجدد الف ثانی و نبیرہ نواب حمید الدین خاں مرحوم میشود۔ گل گشت دیوانش طبع را استہزازے و ابتہاجے بخشد۔ چمنستان شعرا ص ۱۹۱

۲۔ میاں احسن اللہ مردے بود معاصر میاں آبرو۔ طبیعتش بسیار مائل بہ ایہام بود در نسبت شعرا و بے رتبہ ماند دیگر احوالش معلوم من نیست (نکات الشعرا ص ۲۸)

۳۔ احسن اللہ بہ آبرو ہم طرح بودہ و در سخن تلاش معنی تازہ نمودہ شعر را بہ طرز ایہام می گفت و در معنی بستہ تکیہ می گفت۔ سالے چند ازیں بیشتر چشم از نظارۂ دنیا پوشیدہ و سر در نقاب خاک کشیدہ (تذکرہ گردیزی قلمی)

عجب نہیں ابر گر جلتوں کو تو بل بیں جلا جاوے ۔ گیا ہے یار میرے برسوں تو کہتا ہے بیچ برسوں

زلف تیری معنبر ہے عطر فتنے سیتی تر ہے ۔ الٰہی آبرو رکھ لے پڑا ہے کام ابتر سوں

غزل اب احسن اللہ اس طرح تجھ سے بن آئی ہے ۔ جواب آبرو کب لا سکے مضمون ابتر سوں

(۲۰) زانی

از قوم افاغنہ بیر خاں نامی باشندۂ دارالسرور برہان پور تکیہ در زین آباد دار و تخلص زانی قرار دادہ بود نہ فی الحقیقت بلکہ تمام عمر خود کہ یک صد و دہ سالگی عمرش وفا کردہ بود گاہے نزدیکی زنان نہ داشت تا بہ زنا چہ رسد طبعش راغب ہجو ۔ تمام دیوان در ہجویات گفتہ است ۔ اگرچہ آوردن چنیں اشعار قبیح مناسب نہ داشت لیکن رنگینی طبعش ملیح و مستحسن متصور افتاد ۔ وقت رحلت طرفہ ریختہ حسب حال تصنیف نمودہ از او دست ریختہ ۔

۳۔ احسن اللہ معاصر میاں مضمون و آبرو بود و بہ رویہ شعر اینہا تلاش لفظ تازہ و ایہام می کرد ۔ اما از غایت ہجوم الفاظ معنی شعرش کمتر بہ نظر می آید (مخزن نکات ص ۲۲)

۴۔ احسن اللہ احسن ، در نکتہ سنجی یگانہ روزگار و صاحب تلاش معنی پرکار است ۔ از بسکہ طوطی طبعش شکر ایہام می ریزد از صفائی طوطی اظہار می گریزد و در عصر آبرو فاہرا عرصہ زندگی بسر می نموداشت و خود را و موزونان ہم عصر مغرز می پنداشت ۔ میان سلکش لآلی معانی می نشاند و مشاطہ طبعش عروس سخن را بوجہ احسن برکرسی رنگینی می نشاند (چمنستان شعرا ص ۱۲)

بیر خاں زانی تخلص ، ستمع ممن غمہ مترنیہ بوالعموت از حیدہ نمبر ہا نہ پور بسبب مخربہ مری گوینہ کہ

دو ہاتھ دھر کے نفس پہ لاچار ہو چلے ....دکھا کے یار کو اغیار ہو چلے
دولہ بنا کے آپ کو تخت رواں اوپر کاندھے پہ چار شخص کے اسوار ہو چلے
سر سہرا اندھا کے براتی لئے ہیں ساتھ کرنے نکاح گور سیں اسوار ہو چلے
تھی بھیڑ بھاڑ منزل اول تلگ بہت آگے غریب و بیکس و بیمار ہو چلے
ہے کون آس پاس کسی کو خبر نہیں لاچار سرو بھانت سبک بار ہو چلے
عف عف سگوں کی سنکے جفائے رقیب دیکھ دلبر کے دست جور سیں بیزار ہو چلے
چلنے سیں جب طرف کے ....خوف سیں ....لے ہاتھ صاحب تلوار ہو چلے
دو چار دن کی لذت دنیا کے واسطے اندر عذاب ابد کے گرفتار ہو چلے
زانی امید عفو ہے پروردگار سیں بخشے گا ان کو جو کہ گنہگار ہو چلے

اعظم (۲۱)

سید اعظم تخلص اعظم، برہان پوری مرد شیریں سخنور است ازاوست ریخته

دل شمع من گل ہو جلانا مزہ جانا معشوق کے اسرار چھپانا مزہ جانا
تجھ زلف سیہ تاب میں امرت کے کنڈل ہیں ظلمات میں جیوں خضر نے آنا مزہ جانا

انداز نہ می زیست و شعر ہزل بطور خود می گفت و بسیار مردمان بزرگ را ہجو نمودہ طنز و ست خود دیوان جمع نہ کرد مگر یاران مجلس او در پی جہد کردند قریب دو ہزار بیت دیوانے فراہم آمد چنانچہ بہ وقت تحریر این تالیف بہ نظر رسیدہ دل نخواست کہ بہ مطالعہ رو گرداند و ازاں اشعار چیدہ و انتخاب نماید (چمنستان شعرا)

کعبہ کی عبادت میں حلاوت نہیں پایا — محراب میں تجہ بھوں کی دوگانا مزہ جلنا

(۲۲) قایم

قایم میر محمد قایم باشندۂ برہان پور، خوش فکر و بدیہ گو بود و یک بیت نامہائے ہشت بازی گنجیفہ لبستہ و اکثر شعرہا می گفت از اوست۔

تاج و سفید و سرخ غلاموں کی لے قماش — شمشیر جس کے جنگ برات اسکے ہاتھ ہے

ولہ

بات پانا ہے بے قراری کی — چوں نہ بولوں کتہا پیاری کی
پان کی نوک سے تنبولن تو — مت بتا او چھریں کٹاری کی
لب و دنداں اوپر ترے اے لال — صدف دل نے در نثاری کی
آسماں جا چھپے ہیں مہر و وفا — لیک ہے تیری کناری کی
رات دن کے ورق پھرا قایم — چرخ میں جگ سیں حلیہ کاری کی

(۲۳) کامل

سید محمد کامل برہان پوری۔ طبع عالی داشت و تمام عمر خود را در گفتن مدح و مرثیہ حضرات صرف نمودہ دیگر شعر اصلاً و مطلقاً گاہے قصداً و عمداً بر زبانش نہ رفتہ سبحان اللہ چہ سعادت مندی او بہ تحریر یہ قلم آید۔ چند مطلع مرثیہ ہالیش نوشتہ می شود از شعر اوست۔

اے فلک کس کے سبب ماتمی ساماں ہے تو — اے زمیں خاک بسر کس کے غم میں حیراں ہے تو

اے سحر کس کے الم چاک گریباں ہے تو ہیں — اے صبا کس کی جہت آج پریشاں ہے تو ہیں

یک مطلع دیگر ہند مرثیہ گفتہ اوست، شاید ہمچو مضمون، ہیچ کس از شعرا نہ یافتہ باشد و نخواہد یافت، این است

قیامت انتقام آل احمد دیر کھینچا ہے — فلک پر مضطرب ہو ماہ نو شمشیر کھینچا ہے

واکثر اعزہ کہ متصدع اوقات میرزا کو برائے گفتن ریختہ می شدند حسب ضرورت ریختہ گفتہ می داد لیکن رسوخ و اعتقادے کہ داشت از ہر شعرش ظاہر است۔ و در ہر مقطع قطع سخن کردہ۔ ریختہ از اوست۔

بستا ہے خط رخ شہ خوباں کے آس پاس — جیوں فوج مور تخت سلیماں کے آس پاس

آسودگی کی شام غریباں دیکھیں محال — جانا مگر ہے زلف پریشاں کے آس پاس

دست گدا کو بار کہاں گرد کی نمن — منعزی بسی ہے آ تیرے دامن کے آس پاس

سکتے ہیں خار در دل بیمار ہجر میں — مژگاں نہیں ہے دیدۂ حیراں کے آس پاس

گلرو نے جب سے گلشن اکتب کو دی طرب — پھرتا ہے دل جو سوزدیاں کے آس پاس

حاجت نہ آ سیائے فلک سے ہو اکوئی — دانا اگر ہے مت پھرے دوراں کے آس پاس

کامل اگر خیال طواف حرم ہے تو — قرباں ہو در گروشہ مرداں کے آس پاس

ابدال (۴۷)

مرزا ابدال بیگ۔ مغل زادہ، از نجبائے ولایت، باشندۂ برہان پور دانند۔ مدتے در رفاقت احقر ہستند۔ کم گو و کم ملاقات اکثر اوقات کہ خطوط بجانب دوستاں تحریر می نمایند نظم ہندی کہ بسیار مطبوع و ریختہ ہم می گویند شعر صاف بطرز متقدمین است۔

دل جب سیتی تجھ عشق میں مجھ سے جدا ہوا
بھڑ کا جلا، ہوا نہیں معلوم کیا ہوا!

کیا بے وفا ہے دل کہ تری یک نگاہ سیں
بیگانہ ہو کے مجھ سے ترا آشنا ہوا!

کوچے سے آہ آج پریرو کے دل مرا
آیا نہیں ہے پھر کے اسے کیا بلا ہوا

سینے میں آہ دل میں طپش اشک چشم میں
شہر اے عاشقی کا مرے جا بجا ہوا

غمزہ سیں مارتا ہے جلاتا ہے ناز سیں
کیا ملک حسن کا صنما تو خدا ہوا

کیا مہربان تھا جبکہ نہ تھا عشق آشکار
اب بھوں چڑھا ہلال ممن کم نما ہوا

اے ال عکس یار ہے دل میں جدا ہاں ستی
دو بن ممن تدہاں سے ترا دل صفا ہوا

(۲۵) فضلی

شاہ فضل اللہ درویش متوکل صاحب کمال در بلدہ اورنگ آباد خجستہ بنیاد اقامت داشت۔ شعر فرو معنی اکثر می گفت۔ چند فرد از اوست

۱۔ فضلی اسمت، مثنوی ایں ہم یک نظر دیدہ ام۔ شاعر خوبے بنود۔ نکات الشعرا صفحہ

۲۔ شاہ فضلی دکھنی بطبع بلند و فکر ارجمند دارد (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ افضل الدین خاں فضلی تخلص بجمیع فضائل انسانی مشہور است بہ تخصیص در شیوہ سخن سرائی ممتاز روزگار خود بود۔ مرزا ابو طالب می گفت کہ ایں عزیز بہ فرمائش شخصے در نظم حسن شاہزادہ مثنوی پانصد شعر با ایں ہمہ نازکی و پرکاری موزوں کردہ است کہ ہو بہو مردم آں دیار نرگس آسا بر بیاض دیدہ قلمی می سازند و از شہرے بہ شہرے می برند در حقیقت دو سہ چار بیتش کہ دراں جملہ محلی ساعم اہل ہند است خالی از حسن و لطافت نیست
(گلشن ہند صفحہ ۱۳۲)

تری حسن ادا تیغ ابرو کو ... کوئی شمشیر پر تلے ملکے
لکھا ہے بو علی نے آب زر میں ... کہ سونے سے مسافر کو خطر ہے

۴۔ شاہ فضلی از اکابران عصر بود و گوے معنی از ہمسران می ربود اشعار ایہام بسیار می دارد (چمنستان شعراص ۴۸۳)

۵۔ شاہ فضل اللہ نقشبندی فضلی تخلص پسر سید عطاء اللہ اورنگ آبادی است۔ درویش صفا کیش و عارف کامل جمیع علوم بود۔ مدتے در لشکر غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ مرحوم بموجب حکم حضرت رسول مقبول صلعم بود و ہمیں سبب بود کہ خان فیروز جنگ اکثر از قلت جمعیت بر بسیارے مقہوران فتح و ظفر می یافت، نواب عضد الدولہ بہادر کلام اللہ خط مبارک حضرت امام رضا علیہ السلام کہ از کتاب خانہ امیر الامرا حسین علیخاں یافتہ بود بہ ایشاں سپرد۔ الحال آں قرآن مجید در قلعہ دولت آباد دکن است کہ میاں محمدی پسر شہ ہدیہ نمود آں بجمال درویش بہ چہرہ مبارک نورانی و ظاہر بود جامعیت داشت رسالہ "زاد راہ" در علم سلوک از و یادگار است قصہ "برہ بھبوکا" و قصہ "پریم نوکا" بزبان ہندی گفتہ و ایہام خوب دارد اشتہار یافتہ اند و در فارسی و ہندی نیز اشعار او صاف و شیریں است (تحفۃ الشعرا قلمی)

۶۔ فضلی دکھنی افضل الدین خاں از قدماست در تعریف یکے از شاہزادہائے دکھنی مثنوی بہ محاورہ دکھنی گفتہ (گلزار ابراہیم قلمی)

مخزن نکات اور گلزار ابراہیم کے بیانات مشتبہ ہیں۔ دونوں نے جس مثنوی کا ذکر کیا ہے اس کا صرف ایک شعر دونوں تذکروں میں نقل کیا گیا ہے۔ دوسرے تذکروں میں یہ شعر قطعاً نہیں نیز گلزار ابراہیم میں ایک شاہ فضل کا حال یوں لکھا ہے "فضل دکھنی شاہ فضل علی معاصر شاہ نجم الدین آبرو بود" اس سے یہ شبہہ زیادہ قوی ہو جاتا ہے (حسن۔ م)

(۲۶) داود

مرزا داود بیگ مغل زا باشندۂ خجستہ بنیاد اورنگ آباد - اگرچہ بر کتاب صرف و نحو وغیرہ عبورے نہ داشت لیکن در کلام او لغزشے ظاہر نیست - عزیز خوش طبع و خوش فکر اکثر تازہ مضمون طرح نمودہ - معاصر شاہ سراج بود در ایام خورد سالی پیشہ کارچوبی اختیار نمودہ لیکن بعد ازاں بہ فکر رسا وحید دہر گشتہ بلکہ در محفل شمع وار داعیہ سر بلند داشت و بہ شعلہ فکر پروانہ دلہا می سوخت، سراج را مثال چراغ بے نور می انگاشت - روزے یک بیت بہ خطاب شاہ سراج از شبستان خاطرش سر زد این ست

چرب زبانی نہ کر بزم سخن میں سراج
تیغ سیں گل گیر کی ورنہ کٹے گا سراج

چوں شرار این بیت بہ پردۂ گوش شاہ سراج رسید بے اختیار از سوختگی

۱- مرزا داود، داود تخلص می کند - شاگرد سید صاحب (سید عبد الولی عزلت) است این قدر ہم از زبان سید صاحب بہ تحقیق رسیدہ - اللہ اعلم - بارے مصرع را درست موزوں می کند - (نکات الشعراء ص ۱۱۱)

۲- مرزا داود - داود تخلص شاعر یست ادا بند و موجد خیالات ارجمند شکر بیانی از سخنش پیدا، خوشی الحانی از نالش ہویدا است - در ریختہ اکثر تتبع ولی می نماید و می گوید - ہند یوں ہے تجھے مصرع ولی داود - کہ تجھکو شور قیامت ہے بے نیاز کیا
فقیر جائے نمی نویسد -

آہے کشیدہ واز زبان بر آوردہ

نہ بھول کسب قدیمی کو اپنے اۓ مرزا
وگرنہ بچہ کہیں کارچوب ہوویگا

عاجز (۲۷)

عارف الدین خاں عاجز تخلص عرف میرزائی اکثر اوقات خود اوایل به تجارت مصروف داشتند مبلغے در سفر گجرات که طریق قرض به فخر الدوله ناظم آں ملک معاونت نمودند۔ از ہنگامہ اشقیا مقدمہ دو نقش برہم خوردہ زر ایشاں نیز رایگاں رفت دست از وے برداشتہ به خجستہ بنیاد آمدند خیلے سریع الفکر و بدیہ گو و ہر سخن کہ از ایشاں سر زدہ میشود مربوط و ذو معنی و در گفتن تاریخ عدیم المثال معہذا طبع ایشاں به اظہار سخن

کہتے ہیں سب اہل سخن اس شعر کو سن کر — تجھ طبع میں داؤد ولی کا اثر آیا

بزبانی مرزا جمال اللہ عشق تخلص که خلف الصدق او می شود معلوم شد که میرزا داؤد در سنه سبع وخمسین ومایة والف وفات یافت۔ راقم سطور می گوید تاریخ

بلبل گلزار معنی طوطی رنگیں بیاں — از غم آبا دجہاں بگذشت چوں تیر از کماں

مصرع تاریخ فوتش گفت از من ہاتفے — کہ برفتہ میرزا داؤد از فانی جہاں"

دیوانش قریب پانصد بیت به نظر درآمد (چمنستان شعراص ۸۷)

ہ۔ داؤد تخلص شمس داؤد بیگ از موزونان عہد محمد شاہ فردوس آرام گاہ بود اگر ایراہیم قلمی)

املا و مطابقا نه بلکه احدے را از اشعار خود مطلع ننمود ند تا به نوشت و خواند چه رسد
از آنجا که این احقر به ایشاں محبت تمام دارد و هم سخن گوئی به برکت فیض ایشاں
اکثر قصاید بے نقط و غیره معه غزلیات دیوان فارسی) ترتیب داده و اشعار
متفرقه هندی نیز به دستور معروف جمع نموده دیوان هندی ایشاں مرتب
ساخته۔ طرفه دیوانے مرقوم گردانیده اکثر ریخته ہائے ضنایع مثل دو بحر و نه بحر

۱۔ عارف علی خاں عاجز تخلص۔ ده دوازده سال شده باشد که در شاه جہاں آباد
تشریف داشت بنده شعر او شنیده بودم از چندیں به سمت دکن رفته اکنوں از زبان
سید مذکور (عزلت) بر وضوح می پیوند دکه در برہان پور است دیگر بر حسب و نسبش اطلاع
ندارم زبانش به زبان اوباشان است اکثر ریخته در بحر کبت می گوید (نکات الشعراء ص ۱۰۲)
۲۔ عارف علی خاں عاجز ریخته را ہموار می گوید و در ریخته بنیاد می گذراند (تذکره گردیزی)
۳۔ عارف الدین خاں عاجز پہلوان شه زور سخنوری ورستم سلح شور معنی پروری
ہنگ دریائے شیریں مقالی بیشه نیستان رنگیں خیالی۔ شاعر ریست زبردست و معنی
آفرینیت صاحب قدرت زمیں ہائے تنگ لاخ ریخته طرح می کند و قوافی تازه و
دلچسپ بکاری برد۔ و ہیچ جا عاجز نمی ماند چنانچه خود می گوید

کہتے ہیں سنگلاخ زمینوں میں ہم تو شعر پاناہماری شوخی معنی کو ہے بکٹ

روزے در حیدر آباد با نقیر ملاقات که ملاقات اول ہموں بود دست داد اشعار
خود بسیار خواند۔ گفتم که با وصف خلبت تخلص عجز (عاجز) از بہر حیثیت کاشکه غالب
می شد فرمود که در ظلمات انحسار آب حیات خلبت موجود است و ایں بیت مرزا صائب علیه الرحمه خواند

وچار بحر ردیف و نثر مرتب از دیوان مذکور معلوم خواہد گردید بالفعل ریختہ چند
ازاں بہ تحریر قلم می آید۔

عرق جب اس پری کے چہرۂ پرنور سیں ٹپکے
خجل ہو گل سیں شبنم جیوں ہوا ناسور سیں ٹپکے

اگر اس زلف مشک آمیز سیں چینی میں بال آوے
عجب نئیں عطر عنبر کاسہ فغفور سیں ٹپکے

مری آنکھوں سیں خونیں اشک یوں گرتے ہیں پلکوں پر
لہو سولی کے اوپر جیوں سر منصور سیں ٹپکے

اگر کیف سخن میرا نہاں جیوں تاک کو پہنچے
صراحی شاخ ہو جاوے شراب انگور سیں ٹپکے

بھروں جب آہ کا دم اپنے گلگوں پوش بن عاجز
دم اسرافیل کا لو ہو ہو بانگ نشور سیں ٹپکے

ولہ

خوش زلفوں کے غم میں گلدام داغوں سیں دل بن گیا میرا مور دل کی مانند
سینہ میں آہوں کے رشتے لپٹے ہیں میرے کالی کمند دل کی مانند

دل لالہ رویوں کے غم کی ضیافت کو جب سے قبولا ہے دم بخت ہو ہو
ہر دم ہزاروں ہی داغوں کے قرصوں کو چپتا ہوں سینہ میں توروں کی مانند

افتادگی ز خاک بر آورد دانہ را
گردن کشی بہ خاک نشاند نشانہ را

اکثر اشعارش چہ از فارسی و چہ از ریختہ بنا بر بے پروائی او تلف شدند
و کسانیکہ ہرچہ بہ زبانی او شنیدہ بہ صفحہ قرطاس نوشتند باقی ماندند ورنہ او دماغ
تحریر مسودات خود نمی دارد و طبع زاد خویش را نزد سامعان یاد می خواند بیشائبہ ریب
در شعر ریختہ میرزا بیدل وقت است۔ در بحر حجو لنہ و کبت و اشلوک و دیگر
ابحار تازہ ریختہ ہائے متعدد دارد و می گوید کہ ع بہ دستم ہرچہ آید می نوازم۔

ولہ

فلک سرگشتہ ہوا اس بار غم سیں چرخ کھا دوہرا
رہیگا تا قیامت میں ہمارے درد کا شہرا

لکھوں زہرہ جبین کے گال کی ذرہ اگر خوبی
کروں میں صفحہ خورشید پر یاقوت سیں جہرا

لکھوں کیا خوبیاں وہ حسن عالم تاب کی عاجز
وہ رشک مہر کی روشن جبیں سیں ہو گیا ہیرا

ولہ

بغیر از وہ لب شیریں مجھے خوش نہیں شکر پارے
حلاوت فہم دل کہتا ہے میٹھے جاگے ہیں سب کہارے

وہ گلرو کے لگا یا عنبریں زلفوں کے ہاتھنے
گلستاں دل کے چمنوں میں گل شب بو کے ووارے

طبیب اُٹھ جا سرہانے میں علاج اب ہو چکا میرا
جہاں میں کیا ہیں کہیں بھی جیتے ہیں دوانے زلف کے مارے

ہیچ آتش زبانے در دکن نیست کہ باد مقابلہ برخیزد و کسے چرب بیانے درین مرز بوم نہ کہ پیش او شورے برانگیزد۔ موزونان این سرزمین بیدست شدہ بہ نامش از چشم گوش می گیرند و فصیحان این جا بدہن بستن خود از پا افتادہ خط بر بینی می کشند۔ مورخ بے بدل است۔ قصہ "لعل و گوہر" جملہ پانصد بیت بہ نظر در آمدہ گوہر گرانبہائے معانی تازہ مرصع نمودہ...... دیوان ریختہ ہائیش کہ جملہ یک ہزار بیت کسرے زیادہ است بہ نظر در آمد

(چمنستان شعرا ۴۶۳)

۴۔ عارف الدین خاں عرف میرزا ہے عاجز تخلص اورنگ آبادی بلخی الاصل است پدرش در زمان سلطنت عالمگیر بادشاہ از بلخ بہ ہندوستان آمد غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بہ منصب سرافراز گردانیدہ با خود داشت بعد از آنکہ پدرش وفات کرد خان مشار الیہ صغیر بود از انجا کہ ز حضرت کریم و رحیم بندہ ہائے خود را ضایع نہ می گذارد بہ تحصیل تعلیم از فہم و دانش بہرہ وافر بخشید چون بہ سن تمیز رسید

خدا جانے دوانا دل کدھر جاتا رہا میرا | صبح شام ہم لگ آہوں کے دوڑاتا ہوں ہرکارے
ملا لے دل کو میرے پھر گویا وہ جانتے کچھ نہیں | جواباں ہیں کم ہو دینگے تم سہری کے جان عیارے
رسید پہنچا دو شاہ حسن کوں جلدی ہے جاں ہو دو | لے ٹانڈا اشک کا اے دل تو سودائی بنجارے
بچھایا دلبر جانی کہ آخر ابر رحمت نے | رقیبوں نے نپٹ دھکا دئے ہیں غم کے انگارے
ہوے وہ من ہرن کے من کے چیتوں سے نپٹ عاجز | جنھوں نے بارہا جا دشت میں شیروں کو للکارے
شب اس مہتاب رو کوں دیکھ کر جا جز عوق آفتاں | کلیجہ پھٹ گیا مہتاب کا گننے لگا تارے

به دستگیری و عنایت نواب سید لشکر خان بهادر نصرت جنگ صوبه دار اورنگ آباد به عطائے منصب و خطاب خانی سرافراز گردید به جاگیر قلیلے اوقات بسری برد۔ در این روزها بخدمت بخشی گری رساله سواران که نواب نامدار مذکور سربلند فرمود۔ سرگرم خدمت و مستعد جان نثاریست نشهٔ شجاعت هم دارد و با فقیر حقیر از طفولیت همدم و یکدل است۔ از روئے اشفاق بدیدن احقر تشریف ارزانی می فرماید۔ در کوتوال پوره بلده اورنگ آباد احقر العباد مکانے ساخته روزے قدم رنجه داشته بود فقیر از راه شوخی جرات نمود که دعوائے تاریخ گوئی دارند تاریخ این مکان همین زمان بدیه بر زبان آرند تبسمے کرد و گفت چه صله خواهند داد۔ گفتم هر چه بخواهند۔ لمحه سر در گریبان فرو برده بخود وجد نمود و این قطعه تاریخ بدیه فرمود۔

منزل عیش به از چار محل | کرد بنیاد چو مرزا افضل
گفت تاریخ بنایش هاتف | منزل جاه و مکان افضل

همت عالی دارد به طبع رسا در اشعار فارسی و ریخته هندی از نازک خیالان است و تاریخ گوئی است به بدل دیوان فارسی و ریخته ترتیب داده و تخلص افضل

(۲۸) رسا

ابوالحسن رسا تخلص فکر رسا داشت مسکنش بالاپور متصل صوبہ ایرج پور مزارش نیز در بالاپور واقع است، صاحب دیوان و از رفقہاے حفیظ الدین خاں بہادر بودہ اشعار اوست۔

بسکہ دل محو خیال چشم نرگس فام ہے
ہر طرف مد نظر موج گل بادام ہے

بلبلیں شعلے پہ چھڑ کارتے ہیں جیوں تنگ آ کے
بے مروت بے وفا نامہرباں خودکام ہے

حاجت جال و قفس اے پرجفا صیاد ہیں
رشتۂ مدنگہ مجھ ناتواں کا دام ہے

التجائے ساغر سرشار ساقی ہیں رسا
ہر نگاہ مست اسکی مدبھرا اک جام ہے

ولہ

مکھ سیں دلبر کے وا نقاب کرو
حسن کو اسکے بے حجاب کرو

ذوق پابوس ہے اگر دل میں
حلقۂ چشم کو رکاب کرو

جام مے کی ہوس کو خواہش ہے
دل کو میرے لے جا کباب کرو

طبع میری بلند ہے یارو
ہے بجا گر رسا خطاب کرو

(۲۹) وفا

آقا محمد امین وفا تخلص خلف الصدق حکیم محمد تقی خاں متوطن ایرج پور اہل صفا و در اخلاص ہا پروفا صاحب طبع بودہ است، از اوست۔

عجب نہیں تجھ طرف اے دلربا عاشق کے پھیر سے ہیں
دل و جاں چشم و گوش و ہوش نسبت محو تیرے ہیں

اگیگا سبزۂ خط آبداری سیں تری مکھ کی
زمیں حسن میں جو دانہ ہائے خال بکھیرے ہیں

دسے جیوں آشیاں ہر حلقہ جعد معنبر ہو　　وفا یک زلف میں کئی طائر دل کے بسیرے ہیں

ولہ

دو جہاں کو ترک کر اک دلربا کے واسطے　　اب خودی سیں باز آ اے دل خدا کے واسطے

گھیر سے جامہ کے ہوں میں بند گھیرے میں پھنسا　　دل کی گھنڈی بن کے میں تیری قبا کے واسطے

بل گئے بلدار چہرہ پر ترے عاشق کے دل　　پیچ پیچ میں ہم کو لپٹا کس خطا کے واسطے

سرخروی ہو مجھے تا دستگیری سیں تری　　خوں مرا پامال کر رنگ حنا کے واسطے

محضر دل خاکساری سے قبول ہیں مہر وصل　　خاک رہ میں ہو رہا کس نقش پا کے واسطے

خال و خط نے ہو کی مجھ دل سیں نکالا ہی دھواں　　تخم ریحاں کا کرو شربت دوا کے واسطے

نہ لگا خوبی کو اپنی بے وفائی کا کلنک　　مت وفا سے ترک کر ملنا خدا کے واسطے

۱- وفا شاعر ست خوش گو (چمنستان شعرا ص ۱۱۲)

۲- آقا امین ایلچ پوری تخلص وفا پدرش حکیم محمد نقی خاں در عمل صوبہ داری امیر الامرا سید حسین علی خاں بہ امارت رسیدہ بہ عالم بقا رفت بعد فوت پدرش تلاشش منصب جاگیر کردہ در بلدہ ایلچ پور۔ صوبہ برار ...... یافت وجہ بوسیلہ حکام آنجا قانع و خورسند است بہ علم عربی و حدیث و فقہ آشنا است طبع نظم و نثر دارد در بلدہ ایلچ پور روضہ منورہ کہ حضرت شاہ عبدالرحمان با علو شان است ہر سال عرس الشان خلایق بسیار جمع می آیند روشنائی چراغاں بہ تکلف تمام می نمایند در تعریف چراغان فقرات نثر و ابیات نظم خوب گفتہ (تحفۃ الشعرا قلمی)

عزلت

ہم دریں زمین شاہ عبد ولی سورتی کہ فضل و بلاغت و کمال ایشان از تحریر و تقریر بیرون است، ریختہ پرمضمون و موزوں نمودہ در ایام آصف جاہ نظام الملک بہ خجستہ بنیاد آمدہ۔ چند گاہ با نواب مرحوم ہم صحبت بودند۔ محاسن را می تراشیدند۔ ہیچ احدے از فضلا و علمائی توانست

۱۔ سید عبد الولی سلمہ اللہ عزلت تخلص از سورت اند، خلف الصدق حضرت سید سعد اللہ قدس سرہ سورتی کہ مستند عالم گیر بودند، درویش وضع عالم فاضل بزرگ متوکل مشق شعر فارسی ہم کردہ اند لیکن مزاج اوشان میلان ریختہ بسیار دارد تازہ وارد ہندوستان کہ عبارت از شاہجہان آباد است شدہ اند نسبت تمام بہ سخن دارند۔ از اسالیب کلام شان واضح می گردد کہ بہرہ بسیار از دردمندی دارند و با ایں ہمہ کمال ایں قدر وسعت مشرب ہم رسانیدہ اند کہ در ہر رنگ چوں آب امیزند با فقیر جوشش ہا می کنند۔ مرد با استقامت اند۔ خدا ایشان را سلامت دارد (نکات الشعرا ص ۹۷)

۲۔ صاحب طرح والا فطرت حضرت سید عبد الولی عزلت پسر حضرت سید سعد اللہ قدس سرہ بہ تصفیہ ظاہر و باطن مجلی است و بہ دریافت کسبی و موہبی مجلی۔ اصلش از نامورہ بریلی است۔ و مولد و منشا اش سورت، کتب متداولہ عربیہ آموختہ است و از فارسی نیز بہرہ اندوختہ۔ خوش گو و خوش صحبت

کہ بہ بحث علم مقابل ایشاں دم زند۔ غرض ہمچو شخص را از جملہ مغتنمات زمانہ باید دانست۔ در محافل امرا معزز و مکرم اند۔ چند ریختہ ایشاں منسلک قلم می شود۔

جل ہوا کا جل کس نین کی طوطیا کے واسطے
خوں ہوا کس کے ہاتھوں کی حنا کے واسطے
نیں مرا مجنوں لباسی لیک و رت گرد باد
دامن و چولی ہیں سودا کی قبا کے واسطے

کسے است۔ خداش سلاست دارد۔ (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ غزلت میر عبدالولی نام، متوطن سورت، مردے فاضل و عالم۔ از نیاز حقیقت آگاہ شاہ عزیز اللہ سورتی است۔ باوجود آبادی ظاہر بہ تعمیر باطن مشغول است در عہد سلطنت مرزا احمد بہ دارالخلافت تشریف داشت شاعر دوستی در مزاج او بہ مرتبہ بود بلکہ برائے مناسبت ایں طایفہ گاہ گاہ خود ہم دو سہ بیت موزوں می کرد (نخزن نکات ص ۶۵)

۴۔ سید عبدالولی غزلت فرازندۂ سخنوری و سخندانی طرازندۂ لباط معنی پروری و شیریں بیانی جوہر مرات سخنہائے برجستہ فروغ شمع مضامین شستہ۔ مجلس آرائے بزم نکات رنگیں، انجمن پیرائے خیالات متین۔ ساقی شراب جادو مقالی جرعہ بخشش رحیق نازک خیالی۔ عندلیبے است ہزار داستان و طوطی است شکر بیان۔ سرو لیست از باغستان خیال و تدرولیست از گوہرستان کمالی۔ ضمیر صفا پذیرش جامے است جہاں نما و فکر سریع السیرش ماہتابے است آسمان پیما سخن رنگینش مرہم بخش دلہائے حزیں معانی شیرینش مونس اشخاص غمگیں

دیکھتا ہوں جمع کر خاطر پریشانی کی راہ — کر رہا ہوں کس کے کوچے کی صبا کے واسطے
اس عرق ریزاں ذقن کی چاہ کا ہوں میں مریض — سیب کا شربت ہی یہ میری دوا کے واسطے
نالہ کش تھا دل ہوا ناگہ خموش آیا ہی کون — چپ رہا سننے کو کس آواز پا کے واسطے
شور بلبل سن عدم کے خواب میں جاگیں گے لوگ — مت وہ ہر دم گل کو کسی کی قبر او پر خدا کے واسطے

شعر فارسیش گوہریست آبدار و نظم ریختہ اش لولویست شاہوار۔ نکات رنگیں بہ یمن انفاس مسیحایش زندہ و خیالات شیرینش بر طبع چالاکش نازندہ۔ در مصوری قدرتے دارد کہ مانی و بہزاد پیش او مانند پیکر تصویر در بند حیرت می مانند در موسیقی و سنگیت دستے دارد کہ صاحب کمالان ایں فن بنامش دست بگوش می گذارند۔ در علم دوہرہ و کبت دریائے است مواج و بحریست متلاطم۔ شعر خوانی گلو سوزش جانے از سامعان می برد و سخن گوئی دل فروزش روح تازہ عطا می کند۔ میرزا صائب علیہ الرحمہ قبل ازیں چند سال در حق آں جناب می فرماید و حرف ولایت تصفیہ باطن را بایں حسن وجہ ادا می نماید

دریں زماں کہ عقیم است جملہ بحبتہا — کنارہ گیر و غنیمت شمار عزلت را

راقم سطور ہر گاہ کہ بہ حیدرآباد رفت ربط از آں جناب پیدا کرد۔ چنانچہ ہر روز بلاناغہ بخدمت می رسید و آں جناب ہم اکثر گاہ بہ غریب خانہ قدم رنجہ می فرمودند۔ فقیر سوال (؟) بہ انعام آں جناب بہ دستخط نواب صلابت جنگ بہادر رسانیدہ بہ نظر انوار گذرانید۔ الحال سلسلہ ترسیل مراسلات از جانبین گرم است۔ کلیات ہمہ بیت چار دہ ہزار خواہد بود۔ کلیات ریختہ اش کہ قریب دو ہزار صد است رباعی و مستزاد و ما قی نامہ کہ در جواب در دمند گفتہ و رباعیات و بارہ ماسی (۔۔۔۔) و پہیلی ہا و کبت ہا و دوہا

مبتدی اور منتہی کو بس ہے وحدت کی خبر
ہر دو عالم ہی خبر یک مبتدا کے واسطے
مثل غولت باب عرفاں خود بخود تجھ پر کھلے
دل کو جیوں آئینہ روشن کر خدا کے واسطے

ولہ

میں وہ مجنوں ہوں کہ آباد نہ اجڑا سمجھوں
مشت خاک اپنی اڑا کر اسے صحرا سمجھوں
شعلہ ساں محو ہوں ان شعلہ قدوں کے اوپر
میں نہ جلنے کو ہی جانوں نہ تماشا سمجھوں

وجولنہ کہ دراں نرگس تخلص می کند بہ نظر در آمد (چمنستان شعرا ص ۴۲۵)

۵۔ سید عبد الولی غولت تخلص خلف سید سعد اللہ درویش سورتی جامع اقسام فضایل است بلا قید مشرب دارد۔ ریش و بروت تراشیدہ بہ وضع رنداں می باشد از فہم عالی اشعار فارسی ہندی خوب می فرماید در علم حقایق و معارف بحر مواج است دیوانے ترتیب دادہ (تحفۃ الشعرا قلمی)

۶۔ سید عبد الولی عزلت .... باوصف فضیلت اطوار و اقوالش خالی از سبکی و ہرزالی نہ بود۔ در زمان دولت نواب محمد علی وردی خاں مہابت جنگ مغفور دارد مرشد آباد و مورد مہربانی نواب مذکور گردید و بعد انتقال نواب بہ دکھن رفت۔ اشعارش مدون بہ نظر ایں خاکسار در آمد (گلزار ابراہیم قلمی)

۷۔ غولت میر عبد الولی بن سید سعد اللہ سلونی سورتی کہ ترجمہ اش در فصل ثانی از دفتر اول گزارش یافت از مستعدان وقت است۔ کتب درسی نزد پدر والا گہر خواندہ و در معقولات حیثیتے خوب بہم رسانده فقیر را بعد مراجعت از سفر بیت اللہ در بندر سورت ملاقات او اتفاق افتاد خوش صحبت است موسیقی ہندی خوب میداند۔ شار الیہ از اشتیاق شہر شاہجہاں آباد در حرکت آمدہ و از بندر سورت روانہ شدہ بعد از طے عرض راہ بتیم جمادی الاول سنہ اربع و ستین مائہ و الف (۱۱۶۴) وا صل آں بلدہ فاخرہ شدہ تا وقت بہ ما جلوہ ہست۔ منتخبے از دیوان خود برائے مطالعہ فقیر در بندر سورت فرستادہ بود۔

([illegible] ص ۳۲۶)

علیہیات

۱ نکات الشعرا از میر تقی مطبوعہ انجمن ترقی اُردو

۲ تذکرۂ فتح علی گردیزی قلمی

۳ مخزن نکات از قایم چاند پوری مطبوعہ انجمن ترقی اردو

۴ چمنستان شعرا از لچھمی نارائن شفیق "

۵ گلزار ابراہیم از علی ابراہیم خاں خلیل قلمی

۶ تحفۃ الشعرا از ابراہیم بیگ قاقشال "

۷ سرو آزاد از علامہ آزاد بلگرامی مطبوعہ

اشاریہ

الف

براہیم ادہم ۳
اورنگ آباد ۸، ۱۰، ۵۷، ۶۲،
ابوالمعالی میر ۸
اشرف ۱۲، ۱۳
احمد آباد ۱۳، ۱۹
آرزو، سراج الدین علی خاں ۱۹، ۲۱
۳۰، ۳۱، ۵۷،
آبرو میر مبارک ۲۳، ۲۹، ۳۰، ۳۱
۳۲-۴۲، ۴۳، ۵۶
آزاد غلام علی ۳۴،
اظہرالدین خاں ۴۴، ۴۶، ۵۰،
احسن اللہ ۵۰، ۵۱
اعظم سید اعظم ۵۲
ابدال - مرزا ابدال بیگ ۵۴
ایرج پور ۶۳، ۶۴،

ب

بہاء الدین ۳
بیجا پور ۶
برہان پور ۸، ۵۱، ۵۳، ۵۴، ۵۵،
برہ بھبو کا قصہ ۵۶
بیدل مرزا ۶۰
بالا پور ۶۳

پ

پریم لو کا قصہ ۵۶

ت

ترکتاز خاں بہادر ۳
تاباں میر عبدالحی ۴۱، ۴۲، ۴۳،
تمکین ۴۸

ث

ثاقب شہاب الدین ۴۵

ح

حافظ شیرازی ۳

حمید۔خواجہ خاں ۳، ۷

حاتم شیخ محمد حاتم ۲، ۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۹

حشمت میر محتشم علی خاں ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸

حمید اسد خاں نواب ۴۶، ۴۷، ۵۰

حاکم بیگ خاں ۴۹

حیدرآباد ۵۹

حفیظ الدین خاں بہادر ۶۳

حسین علی خاں سید امیر الامرا ۵۶، ۶۴

خ

خسرو ۲

د

دہلی ۸، ۱۵، ۱۷، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۳۹، ۴۲

دکن ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۳۲، ۳۹، ۴۷، ۴۸، ۵۶، ۵۹، ۶۱

درد خواجہ میر ۴۸

دولت آباد ۵۶

داود مرزا داود بیگ ۵۶، ۵۷

ر

محمد رضی ۱۳

ط ابوالحسن ۶۳

ز

نی نیر خاں ۵۱، ۵۲

ن آباد ۵۱

س

ودا میرزا رفیع ۳۲، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۸

سیف الدولہ بہادر نواب ۳۹

سجاد ۴۸

ید معالی ۸

ش

ناہجہاں آباد ۸، ۱۳، ۲۵، ۲۹، ۳۰، ۳۵، ۳۷، ۴۰، ۴۱

شاہ گلشن ۹، ۱۱

شیخ فرید شکر گنج رح ۲۱

شفیع مرزا ۳۸

ع

عبدالرحیم ۲۲،
عالمگیر ۳۶، ۶۱،
عنایت اللہ خاں نواب ۴۱، ۵۴
عزلت سید عبدالولی ،، ۵۹، ۶۵
۶۶، ۶۷، ۶۸
عاجز عارف الدین خاں ۵۸، ۵۹
۶۰، ۶۲
عشق مرزا جمال اللہ ۵۸
عبدالرحمن شاہ ۶۴،

ف

فردوسی ۵
فایق ۳۴
فضلی شاہ فضل اللہ ۵۵، ۵۶،
فیروز جنگ غازی الدین خاں بہادر
۵۶، ۶۱۔

ق

قوی جنگ ۳
قایم میر محمد ۵۳

ک

کلیم میاں محمد حسین ۴۸
کامل سید محمد ۳، ۵۳، ۵۴
کوتوال پورہ ۶۲

گ

گجرات ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۵۸
گلزار ابراہیم ۵۶

م

مدالتی ۷
مزمل میر محمد نزل ۱۳، ۱۴،
محمد شاہ بادشاہ ۱۲، ۱۵، ۱۹، ۲۲،
۲۷، ۲۸، ۳۲، ۵۸
مضمون ۱۹، ۲۰، ۲۱،
مظہر مرزا مظہر جان جاناں ۲۱، ۳۳
۳۵، ۳۷، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴
۳۶، ۴۹،
میر محمد تقی ۴۳، ۴۸
محمد نقی خاں حکیم ۶۲، ۶۴، ۶۶،
محمد غوث گوالیاری رحم ۳۰، ۳۱،